ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

43

www.tanzeem.org

6تا12نومبر2012ء/20تا26ذوالحجہ1433ھ

اس شمارے میں

امریکہ، اسلام اور مسلمان

خلیفہ اور خلافت؟

عیدقربان کا پیغام

حضرت عبداللہ بن اُم مکتومؓ

اسلام کا فلسفہ قربانی

سب مایا ہے!

حذرائے چیرہ دستاں......

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

جاہلی معاشرہ

اسلامی معاشرہ وہ نہیں ہے جو ''مسلمان'' نام کے انسانوں پر مشتمل ہو، مگر اسلامی شریعت کو وہاں کوئی قانونی پوزیشن حاصل نہ ہو۔ ایسے معاشرے میں اگر نماز، روزے اور حج کا اہتمام بھی موجود ہو، تو بھی وہ اسلامی معاشرہ نہیں ہوگا، بلکہ وہ ایک ایسا معاشرہ ہے جو خدا اور رسولؐ کے احکام اور فیصلوں سے آزاد ہو کر اپنے مطالبۂ نفس کے تحت اسلام کا ایک جدید ایڈیشن تیار کر لیتا ہے، اور اُسے بر سبیلِ مثال، ''ترقی پسند اسلام'' کے نام سے موسوم کرتا ہے!

جاہلی معاشرہ مختلف بھیس بدلتا رہتا ہے، جو تمام کے تمام جاہلیت ہی سے ماخوذ ہوتے ہیں۔ کبھی وہ ایک ایسے اجتماع کا لبادہ اوڑھ لیتا ہے، جس میں اللہ کے وجود کا سرے سے انکار کیا جاتا ہے اور انسانی تاریخ کی مادی اور جدلی تعبیر (Dialectal Interpretation) کی جاتی ہے اور ''سائنٹفک سوشلزم'' کو نظام زندگی کی حیثیت سے عملی جامہ پہنایا جاتا ہے۔ کبھی وہ ایک ایسی جمعیت کے رنگ میں نمودار ہوتا ہے جو خدا کے وجود کی تو منکر نہیں ہوتی، لیکن اُس کی فرماں روائی اور اقتدار کو صرف آسمانوں تک محدود رکھتی ہے۔ رہی زمین کی فرماں روائی تو اس سے خدا کو بے دخل رکھتی ہے۔ نہ خدا کی شریعت کو نظامِ زندگی میں نافذ کرتی ہے، اور نہ خدا کی تجویز کردہ اقدارِ حیات ہی کو جنہیں خدا نے انسانی زندگی کے لیے ابدی اور غیر متغیر اقدار ٹھہرایا ہے، فرماں روائی کا منصب دیتی ہے۔ وہ لوگوں کو یہ تو اجازت دیتی ہے کہ وہ مسجدوں، کلیساؤں اور عبادت گاہوں کی چار دیواری کے اندر خدا کی پوجا پاٹ کر لیں، لیکن یہ گوارا نہیں کرتی کہ لوگ زندگی کے دوسرے پہلوؤں کے اندر بھی شریعت الٰہی کو حاکم بنائیں۔ اس لحاظ سے وہ جمعیت تختۂ زمین پر خدا کی الوہیت کی باغی ہوتی ہے کیونکہ وہ اُسے عملی زندگی میں معطل کر کے رکھ دیتی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا صریح فرمان ہے: ﴿ وَهُوَ الَّذِىْ فِى السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِى الْاَرْضِ اِلٰهٌ ؕ ﴾ (الزخرف:84) ''وہی خدا ہے جو آسمان میں بھی الٰہ ہے اور زمین میں بھی'' اس طرزِ عمل کی وجہ سے یہ معاشرہ اللہ کے اس پاکیزہ نظام کی تعریف میں نہیں آتا جسے اللہ تعالیٰ نے آیت ذیل میں ''دین قیم'' سے تعبیر فرمایا ہے: ﴿ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ﴾ (یوسف:40)
''حکم صرف اللہ کا ہے۔ اُسی کا فرمان ہے کہ اُس کے سوا کسی کی بندگی نہ کی جائے۔ یہی دین قیم ہے۔''

معالم فی الطریق
سید قطبؒ

الہدیٰ (535)

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ یوسف

(آیات 39 تا 42)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۳۹﴾ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۰﴾ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ﴿۴۱﴾ وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ۫ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ﴿۴۲﴾

آیت ۳۹ ﴿يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۳۹﴾﴾ ”اے میرے جیل کے دونوں ساتھیو! کیا بہت سے متفرق ربّ بہتر ہیں یا اکیلا اللہ سب پر حاوی و غالب؟“

آیت ۴۰ ﴿مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ﴾ ”نہیں پوجتے تم اُس (اللہ) کے سوا مگر چند ناموں کو جو موسوم کر رکھے ہیں تم لوگوں نے اور تمہارے آباء و اجداد نے“

﴿مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ﴾ ”نہیں اتاری اللہ نے ان کے لیے کوئی سند۔ اختیارِ مطلق تو صرف اللہ ہی کا ہے۔“

قانون بنانے اور اس کے مطابق حکم چلانے کا اختیار صرف اللہ کا ہے۔

﴿اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ﴾ ”اُس نے حکم دیا ہے کہ تم اُس کے سوا کسی کی بندگی مت کرو!“

﴿ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۰﴾﴾ ”یہی ہے دین سیدھا (اور ہمیشہ سے قائم و دائم) لیکن اکثر لوگ علم نہیں رکھتے۔“

آیت ۴۱ ﴿يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ﴾ ”اے میرے جیل کے دونوں ساتھیو! تم میں سے ایک تو اپنے آقا کو شراب پلائے گا۔“

یہاں پر ”رب“ کا لفظ بادشاہ کے لیے استعمال ہوا ہے۔ یہ اس شخص کے خواب کی تعبیر ہے جس نے خود کو شراب کشید کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ یہ شخص پہلے بھی بادشاہ کا ساقی تھا مگر اس پر کوئی الزام لگا اور اسے جیل بھیج دیا گیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے خبر دے دی کہ اس کے خواب کے مطابق وہ اس الزام سے بری ہو کر اپنے پرانے عہدے پر بحال ہو جائے گا۔

﴿وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ﴾ ”اور جو دوسرا ہے اُسے سولی دے دی جائے گی اور پرندے اُس کے سر میں سے (نوچ نوچ کر) کھائیں گے۔“

﴿قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ﴿۴۱﴾﴾ ”فیصلہ کر دیا گیا ہے اُس معاملے کا جس کے بارے میں تم دونوں مجھ سے پوچھ رہے تھے۔“

آیت ۴۲ ﴿وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ۫﴾ ”اور یوسفؑ نے کہا اُس شخص سے جس کے بارے میں آپؑ نے گمان کیا کہ وہ ان دونوں میں سے نجات پائے گا کہ اپنے آقا سے میرا ذکر بھی کرنا۔“

یعنی تمہیں کبھی موقع ملے تو بادشاہ کو بتانا کہ جیل میں ایک ایسا قیدی بھی ہے جس کا کوئی قصور نہیں اور اسے خواہ مخواہ جیل میں ڈال دیا گیا ہے۔

﴿فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ﴿۴۲﴾﴾ ”تو اُسے بھلائے رکھا شیطان نے ذکر کرنا اپنے آقا سے‘ تو آپؑ رہے جیل میں کئی برس تک۔“

بِضْع کا لفظ عربی زبان میں دو سے لے کر نو تک (دس سے کم) کی تعداد کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

فرمان نبوی ﷺ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

عورت کا خوشبو لگا کر غیر محرم مردوں کے پاس سے گزرنا

عَنْ أَبِیْ مُوْسٰی الْأَشْعَرِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: ((أَیُّمَا امْرَأَۃٍ اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ عَلٰی قَوْمٍ لِیَجِدُوْا رِیْحَهَا فَهِیَ زَانِیَۃٌ))

(رَوَاہُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِیُّ وَالْحَاکِمُ)

ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو عورت خوشبو لگا کر لوگوں کے پاس سے گزرتی ہے‘ تاکہ وہ اس کی خوشبو پائیں تو وہ (عورت) بدکار (زانیہ) ہے۔“

تشریح: یہ حدیث مسلمان خواتین کے لیے بہت اہم پیغام ہے۔ یہاں بتایا گیا ہے کہ خواتین خوشبو لگا کر باہر نہ جائیں‘ اس لئے کہ یہ چیز نامحرم کی اُن کی جانب توجہ اور کشش کا باعث بنتی ہے۔ دراصل عورت کا اصل ٹھکانہ اس کا گھر ہے۔ گھر سے اُس کا نکلنا ضرورت کے تحت ہی ہے۔ عورت کو زیبائش کی اجازت ہے، مگر صرف شوہر کی خاطر۔ جو عورت خوشبو لگا کر باہر نکلتی ہے، تاکہ لوگ اس کی خوشبو پائیں، وہ شریف عورت نہیں ہو سکتی، اس لئے اُسے بدکار قرار دیا گیا ہے۔

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

امریکہ‘ اسلام اور مسلمان

امریکہ اس دنیا کی سپر نہیں سپریم پاور تسلیم کی جاتی ہے۔ سوویت یونین کی شکست و ریخت کے بعد سینئر بش نے بڑے متکبرانہ انداز میں نیو ورلڈ آرڈر کی اصطلاح پہلی مرتبہ استعمال کی تھی یعنی اب دنیا ایک نئے آرڈر کے تابع ہو کر چلے گی۔ ظاہر ہے یہ آرڈر امریکہ کا ہو گا۔ جب پاکستان نے ایٹمی تجربہ کیا تو ایک امریکی سینیٹر نے پاکستان کی سفیرہ عابدہ حسین سے ایک تقریب میں ملاقات کے دوران بڑی رعونت کے ساتھ کہا کہ پاکستان نے ایٹمی صلاحیت کیوں حاصل کی ہے۔ غیر متوقع جرأت کے ساتھ عابدہ حسین نے کہا کہ پاکستان نے ایٹم بم اس لیے بنایا ہے کہ امریکہ کے پاس بھی ایٹم بم ہے۔ پاکستان کو بھی یہ حق حاصل ہے۔ اس پر امریکی سینیٹر غصے سے لال پیلا ہو گیا اور اُس نے کہا:

Lady Ambasder, you should know America is America and Pakistan is Pakistan.

اس نے مزید کہا کہ امریکہ ایک بدمست ہاتھی ہے جو اس کے راستے میں آئے گا کچلا جائے گا۔ پھر پاکستان کی نااہلی‘ غفلت اور بزدلی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یا حکمرانوں کی ملی بھگت سے امریکی میرین نے 2 مئی 2011ء کو ایبٹ آباد پر فضائی حملہ کیا اور اسامہ بن لادن کو شہید کر دیا تو امریکی صدر باراک اوباما نے قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ ایک ایسی قوت ہے جو دنیا میں جب چاہے جہاں چاہے جیسی چاہے کارروائی کر سکتا ہے اور کوئی اس کے راستے میں حائل نہیں ہو سکتا‘ امریکہ ناقابل شکست قوت ہے۔ امریکہ کے تکبر اور رعونت کی یہ چند مثالیں پیش کی گئی ہیں۔ دنیوی لحاظ سے دیکھا جائے تو امریکی دماغ میں خناس کی معقول وجہ ہے۔ امریکہ کے پاس بیس ہزار کے قریب جنگی جہازوں کی فضائی طاقت ہے۔ چھ ہزار سے زائد فوجی ہیلی کاپٹر ہیں۔ ان جنگی جہازوں اور ہیلی کاپٹرز کی اڑان بھرنے کے لیے پندرہ ہزار سے زائد ایئر پورٹس چاق و چوبند عملے اور ساز و سامان کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ ڈھائی ہزار کے قریب نیوی کے جہاز ہیں‘ جنہیں مؤثر بنانے کے لیے اکیس کے قریب بندرگاہیں اور ٹرمینلز ہیں۔ سمندر میں کھڑے جزیروں جیسے بڑے بڑے بحری جہاز ہیں‘ جہاں سے جنگی جہاز اڑان بھر کر کسی بھی ملک کو بمباری کا نشانہ بنا کر تباہ کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ ایٹمی اور دیگر خطرناک میزائلوں کی بڑی تعداد ہر وقت ترکش کے تیر کی طرح تنے تیار رہتے ہیں۔ بموں کی بارش کرنے کے لیے ایسی ایسی بلندی پر پرواز کرنے والے جنگی جہاز موجود ہیں جنہیں زمین سے ٹارگٹ کرنے کے لیے کوئی گن موجود نہیں ہے۔ دنیا بھر سے پرواز کرنے والے جہازوں‘ میزائلوں اور دھماکوں پر نظر رکھنے کے لیے خلا میں تیرنے والے جاسوسی سیارے اور زمین پر نصب جدید ریڈار ہر وقت الرٹ ہوتے ہیں۔ کسی بھی ملک کی طرف سے حملے کی صورت میں ان کے میزائلوں کا رخ موڑنے یا انہیں فضا میں ہی تباہ کرنے کے لیے جدید نظام موجود ہے۔ خلا کے جاسوسی طیاروں کی نظریں ایسی تیز ہیں کہ وہ شاہراہوں پر چلنے والی گاڑیوں کی نمبر پلیٹ تک دیکھ لیں۔ بغیر پائلٹ کے جنگی جہاز ڈرون حملوں کے ذریعے کہیں بھی تباہی مچا دیں۔ جاسوسی کے آلات ایسے کہ تہہ خانوں تک خبر رکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ان ساری خصوصیات کی وجہ سے ہم دنیا والے امریکہ کو سپر پاور کہتے ہیں۔

اسی زعم میں امریکہ میں نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ مقدس پر ایک فلم بنائی گئی اور آپ ﷺ کی توہین کی گئی۔ جب مسلمانوں نے احتجاج کیا اور امریکہ سے ذمہ داروں کے خلاف کارروائی کرنے کا کہا گیا تو صدر باراک اوباما نے ایسا کرنے سے صاف انکار کر دیا اور عذر یہ پیش کیا کہ امریکہ میں آزادیٔ رائے پر پابندی نہیں لگائی جا سکتی۔ گویا مسلمانوں کے احتجاج کو بری طرح ٹھکرا دیا گیا۔ مسلمان حکمرانوں کی بے حسی اور عام مسلمان کی بے بسی دیدنی تھی۔ مسلمان حکمرانوں نے فلم اور فلم ساز کی تو مذمت کی یوٹیوب پر اس کو ban بھی کر دیا لیکن امریکہ بہادر کے خلاف ایک لفظ کہنے کی جرأت نہ کی اور امریکہ سے تعلقات کے حوالے سے ایک انچ بھی پیچھے نہ ہٹے۔ مسلمان عوام چند دن جلسے جلوس اور مظاہرے کر کے تھک ہار کر بیٹھ گئے‘ لیکن اپنے رویوں‘ عادات‘ طرزِ عمل اور طرزِ زندگی میں رتی بھر فرق نہ لائے‘ حالانکہ جس ہستی کی ناموس پر حملہ ہوا تھا جس ہستی کی توہین ہوئی تھی اس کے بارے میں مسلمان ہمیشہ یہ دعویٰ

تا خلافت کی بنا‘ دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان‘ نظامِ خلافت کا نقیب

ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

بانی: اقتدار احمد مرحوم

6 تا 12 نومبر 2012ء
20 تا 26 ذوالحجہ 1433ھ

جلد 21
شمارہ 43

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد‘ طابع: رشید احمد چودھری

مطبع: مکتبہ جدید پریس‘ ریلوے روڈ‘ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے‘ علامہ اقبال روڈ‘ گڑھی شاہو‘ لاہور-54000

فون: 36316638-36366638 فیکس: 36313131

E-Mail:markaz@tanzeem.org

مقام اشاعت: 36-کے‘ ماڈل ٹاؤن‘ لاہور-54700

فون: 03-35869501 فیکس: 35834000

publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون

اندرونِ ملک...... 450 روپے

بیرون پاکستان

انڈیا------------------- (2000 روپے)

یورپ‘ ایشیا‘ افریقہ وغیرہ (2500 روپے)

امریکہ‘ کینیڈا‘ آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)

ڈرافٹ‘ منی آرڈر یا پے آرڈر

”مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

کرتے آئے ہیں کہ ہماری جان‘ ہمارا مال‘ ہماری اولاد‘ ہمارے ماں باپ سب اس پر قربان ہیں۔ لیکن عمل یہ ہے کہ نعت خوانی اور درود وسلام کی محافل تو بہت منعقد ہوں گی‘ ان کا نام مبارک سن کر اپنے انگوٹھے تو چوم کر آنکھوں سے لگائے جائیں گے لیکن سنت محمدی ﷺ کی صحیح معنوں میں اور دل و دماغ کی آمادگی کے ساتھ پیروی نظر نہیں آتی۔ بہرحال نبی اکرم ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق امت مسلمہ کی تعداد تو بہت زیادہ ہے۔ لیکن اس کی حیثیت سمندر کی جھاگ جیسی ہے۔ قصہ کوتاہ امریکہ نے مسلمانوں کے احتجاج اور اظہار ناراضی کا رتی بھر اثر قبول نہ کیا۔ اس حوالہ سے امریکی رویے کو اگر الفاظ کا جامہ پہنایا جائے تو وہ کچھ یوں تھا کہ کوئی ہے جو ہمارا کچھ بگاڑ سکے‘ ہمارا بال بیکا کر سکے‘ ہم سے تصادم مول لے سکے۔ بہرحال جب مسلمانوں کی بے بسی عیاں ہو گئی‘ جب کھوکھلے نعروں کی صدائیں بھی ڈوب گئیں‘ جب بھیڑ چھٹ گئی تو کائنات کی سپریم قوت جس کے سامنے کسی دنیوی قوت کی مچھر کے پر سے بڑھ کر حیثیت نہیں‘ اپنے محبوبؐ کی‘ اپنے بندے کی‘ اپنے آخری رسول کی توہین پر حمیت جوش میں آئی اور امریکہ پر ہوا اور پانی کا ایسا زوردار حملہ کیا کہ طاقت کے نشے میں چور امریکہ حواس باختہ ہو گیا۔ اس کا مشرقی حصہ اور کل امریکہ کا ایک چوتھائی مفلوج ہو کر رہ گیا۔ وہ ہوائی اڈے جہاں سے ہزاروں پروازیں روزانہ امریکہ کے اندر اور دنیا بھر میں آتی جاتی ہیں‘ سنسان ہو گئے‘ سڑکیں دریا کا نقشہ پیش کرنے لگیں۔ انڈر گراؤنڈ ٹرین سسٹم جام ہو گیا۔ وہ امریکہ جہاں ایک سیکنڈ کے لیے بھی بجلی بند ہونے کا تصور نہیں وہاں بہت سے علاقے تاریکی میں ڈوب گئے اور تادمِ تحریر بجلی بحال نہیں ہو سکی۔ نیویارک کا سٹاک ایکسچینج جو دنیا کا سب سے بڑا سٹاک ایکسچینج ہے دو دن سے بند ہے۔ تعلیمی ادارے بند کر دیے گئے۔ گرے ہوئے دیو قامت درختوں نے بڑی بڑی شاہراہیں بلاک کر دیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ مسلمان اپنے اعمال اور کردار کی وجہ سے دنیوی سپر قوت کے سامنے بے بس ہو چکے ہیں۔ لہٰذا وہ اس چرکہ کو اس ضرب کو برداشت کرنے پر مجبور ہوئے جو نبی اکرم ﷺ کی توہین کر کے ان کے ایمان کی بنیاد پر لگایا گیا تھا کیونکہ محض جذبہ سے کام نہیں چلتا‘ اس کے ساتھ عمل کی‘ دین کے ساتھ حقیقی لگاؤ کی اور کشتیاں جلا کر میدان میں اترنے کی ضرورت تھی جو مسلمان اس دنیا سے محبت اور اس میں الجھ کر رہ جانے کی وجہ سے نہ کر سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ مسلمان اللہ سے اپنا تعلق منقطع تو نہیں کر چکے البتہ بہت کمزور یقیناً کر چکے ہیں لیکن اسلام تو اللہ کا پسندیدہ دین ہے محمد ﷺ تو اللہ کے رسول اور محبوب ترین بندے ہیں لہٰذا امریکہ پر اللہ کا غضب نازل ہوا۔

یہ سوال اٹھایا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تو گستاخی رسول پر امریکہ کو نیست و نابود کر دیتا اور صفحہ ہستی سے مٹا دیتا۔ ایسا کیوں نہیں ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن پاک سے اللہ کی یہ سنت ثابت ہے کہ وہ عذاب استیصال یعنی جڑ کاٹ دینے والا عذاب صرف اُن بستیوں پر اور اُن اقوام پر نازل کرتا ہے جو رسول کی اس بستی میں موجودگی میں اس کا انکار کرتے ہیں اور اس کے قتل پر آمادہ نظر آتے ہیں۔ اس بنا پر رسول کو وہاں سے ہجرت کروا کر بستی کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکہ اسلام اور مسلمانوں میں فرق نہیں کر پا رہا۔ آج دنیا میں جہاں کہیں وہ مسلمانوں پر حملہ آور ہوتا ہے اسے فتح و کامرانی ہوتی ہے اور مسلمانوں کو ذلت آمیز شکست ہوتی ہے اور وہ رسوا ہوتے ہیں‘ لیکن اس غلط فہمی میں جب وہ اسلام پر حملہ آور ہوتا ہے تو اسے ناک رگڑنا پڑتا ہے اور انتہائی ذلت آمیز شکست اس کا مقدر بنتی ہے۔ ہماری مراد طالبانِ افغانستان ہیں جو اسلام کے حقیقی اور عملی نمائندے ہیں۔ افغان طالبان ہی وہ مردانِ حق ہیں جن کے ایک ہاتھ میں قرآن اور ایک ہاتھ میں تلوار ہے (واضح رہے کہ ہماری یہ رائے صرف افغان طالبان کے بارے میں ہے) اسی طرح امریکہ جو سلوک آج کے مسلمانوں سے کرتا ہے وہی توہین آمیز رویہ آپ ﷺ کے بارے میں اختیار کیا تو یہ ظاہری اور دنیوی سپر پاور کائنات کی سپریم پاور کے سامنے جس طرح بے بس نظر آئی ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ مسلمان بھی امریکہ کے سامنے اتنے بے بس نہیں تھے۔ کائنات کی سپریم پاور نے اسے بری طرح روند ڈالا اور امریکہ احتجاج بھی نہ کر سکا۔ کاش پوری امت مسلمہ افغان طالبان کی طرح ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار لے کر نکل آئے اور اسلام اور مسلمان کے درمیان فرق ختم ہو جائے۔ جونہی یہ فرق ختم ہوا مسلمان خود توہین رسالت کی گھناؤنی جسارتوں کا امریکہ کو ترکی بہ ترکی جواب دیں گے‘ بلکہ ماضی کی گستاخیوں کا حساب بھی لیں گے۔ ان شاءاللہ!

بیابہ مجلس اسرار

خلیفہ اور خلافت

خلیفہ درحقیقت نائب کو کہتے ہیں۔ عام طور پر لوگوں کو مغالطہ لاحق ہوتا ہے کہ خلیفہ اور جانشین کسی کی موت کے بعد مقرر ہوتا ہے‘ زندگی میں نہیں ہوتا۔ لیکن اس دنیا میں انسان کی اصل حقیقت کو سمجھنے کے لیے وائسرائے کا تصور ذہن میں رکھیے۔ 1947ء سے پہلے ہم انگریز کے غلام تھے۔ ہمارا اصل حاکم (بادشاہ یا ملکہ) انگلستان میں تھا‘ جبکہ دہلی میں وائسرائے ہوتا تھا۔ وائسرائے کا کام یہ تھا کہ His Majesty یا Her Majesty کی حکومت کا جو بھی حکم موصول ہو اُسے بلا چون و چرا بغیر کسی تغیر اور تبدلّ کے نافذ کرے۔ البتہ وائسرائے کو اختیار حاصل تھا کہ اگر کسی معاملے میں انگلستان سے حکم نہ آئے تو وہ یہاں کے حالات کے مطابق اپنی بہترین رائے قائم کرے۔ وہ غور و فکر کرے کہ یہاں کی مصلحتیں کیا ہیں اور جو چیز بھی سلطنت کی مصلحت میں ہو اُس کے مطابق فیصلہ کرے۔ بعینہٖ یہی رشتہ کائنات کے اصل حاکم اور زمین پر اُس کے خلیفہ کے مابین ہے۔ کائنات کا اصل حاکم اور مالک اللہ تعالیٰ ہے‘ لیکن اُس نے اپنے آپ کو غیب کے پردے میں چھپا لیا ہے۔ زمین پر انسان اس کا خلیفہ ہے۔ اب انسان کا کام یہ ہے کہ جو ہدایت اللہ کی طرف سے آ رہی ہے اس پر تو بے چون و چرا عمل کرے اور جس معاملے میں کوئی واضح ہدایت نہیں ہے وہاں غور و فکر اور سوچ بچار کرے اور استنباط و اجتہاد سے کام لیتے ہوئے جو بات روحِ دین سے زیادہ سے زیادہ مطابقت رکھنے والی ہو اسے اختیار کرے۔ یہی درحقیقت رشتہ خلافت ہے جو اللہ اور انسان کے مابین ہے۔

یہ حیثیت تمام انسانوں کو دی گئی ہے اور بالقوۃ (potentially) ہر انسان اللہ کا خلیفہ ہے‘ لیکن جو اللہ کا باغی ہو جائے‘ جو خود حاکمیت کا مدعی ہو جائے تو وہ اس خلافت کے حق سے محروم ہو جاتا ہے۔ اگر کسی بادشاہ کا ولی عہد اپنے باپ کی زندگی ہی میں بغاوت کر دے اور حکومت حاصل کرنا چاہے تو اب وہ واجب القتل ہے۔ اسی طرح جو لوگ بھی اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی حاکمیتِ اعلیٰ کے منکر ہو کر خود حاکمیت کے مدعی ہو گئے اگرچہ وہ واجب القتل ہیں‘ لیکن دنیا میں انہیں مہلت دی گئی ہے۔ اس لیے کہ یہ دنیا دار الامتحان ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ انہیں فوراً ختم نہیں کرتا۔ از روئے الفاظ قرآنی:

﴿وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ﴾ (الشوریٰ: 14) ”اور اگر ایک بات پہلے سے طے نہ ہو چکی ہوتی ایک وقتِ معیّن تک تمہارے ربّ کی طرف سے تو ان کے درمیان فیصلہ چکا دیا جاتا“۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک وقتِ معیّن تک کے لیے مہلت دی ہے لہٰذا انہیں فوری طور پر ختم نہیں کیا جاتا‘ لیکن کم از کم اتنی سزا ضرور ملتی ہے کہ اب وہ خلافت کے حق سے محروم کر دیے گئے ہیں۔ گویا کہ اب دنیا میں خلافت صرف خلافت المسلمین ہو گی۔ صرف وہ شخص جو اللہ کو اپنا حاکمِ مطلق مانے‘ وہی خلافت کا اہل ہے۔

عید قربان کا پیغام

مسجد دار السلام باغ جناح لاہور میں ناظم اعلیٰ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

محترم ڈاکٹر عارف رشید صاحب کا خطابِ عید

آیاتِ قرآنی کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد:

حضرات! آج ذوالحجہ کی دس تاریخ ہے۔ ہم میں سے ہر مسلمان جسے اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے آج قربانی کرے گا۔ میں نے آپ کے سامنے قربانی کے حوالے سے سورۃ الصافات کی چند آیات تلاوت کی ہیں۔ ان آیات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رضائے الٰہی کے لیے اپنے بیٹے کی قربانی کے واقعہ کو بیان کیا گیا ہے۔ آیئے' ان آیات کا رواں ترجمہ کر لیں' تاکہ عظیم الشان قربانی کا یہ بے مثال واقعہ ذہنوں میں تازہ ہو جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام چھیاسی برس کے ہو گئے تھے مگر ابھی تک اللہ نے انہیں اولاد کی دولت سے نہیں نوازا تھا۔ اس پیرانہ سالی میں انہوں نے اللہ تعالیٰ سے التجا کی:

﴿ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۱۰۰ ﴾

"اے پروردگار مجھے (اولاد) عطا فرما (جو) سعادت مندوں میں سے ہو۔"

﴿ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ۝۱۰۱ ﴾

"تو ہم نے ان کو ایک نرم دل لڑکے کی خوشخبری دی۔"

﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۭ﴾

"جب وہ ان کے ساتھ دوڑنے (کی عمر) کو پہنچا تو ابراہیمؑ نے کہا کہ بیٹا میں خواب دیکھتا ہوں کہ (گویا) تم کو ذبح کر رہا ہوں تو تم سوچو کہ تمہارا کیا خیال ہے۔"

﴿قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۡ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَاۗءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝۱۰۲﴾

"انہوں نے کہا کہ ابا جان جو آپ کو حکم ہوا ہے وہی کیجیے۔ اللہ نے چاہا تو آپ مجھے صابروں میں پایئے گا۔"

﴿فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝۱۰۳﴾

"جب دونوں نے حکم مان لیا اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹا دیا۔"

﴿وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝۱۰۴ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝۱۰۵﴾

"تو ہم نے ان کو پکارا کہ اے ابراہیمؑ تم نے خواب کو سچا کر دکھایا۔ ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔"

﴿اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰۗؤُا الْمُبِيْنُ ۝۱۰۶﴾

"بلاشبہ یہ صریح آزمائش تھی۔"

﴿وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۝۱۰۷﴾

"اور ہم نے ایک بڑی قربانی کو ان کا فدیہ دیا۔"

﴿وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝۱۰۸﴾

"اور پیچھے آنے والوں میں ابراہیمؑ کا (ذکر خیر باقی) چھوڑ دیا۔"

قربانی سنتِ ابراہیمی ہے۔ ہم جو قربانی کرتے ہیں یہ آپؑ کی قربانی ہی کا تسلسل ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے بھی قربانی کا تصور موجود تھا۔ البتہ اس قربانی کی شکل ہماری قربانی سے مختلف تھی۔ قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کے بعد بیت اللہ کے سامنے اس کا گوشت سجا دیا جاتا تھا اور اس جانور کے خون سے بیت اللہ کی دیواروں کو رنگ کر دیا جاتا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا: مَا هٰذِهِ الْاَضَاحِيُّ؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ((سُنَّةُ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ)) "یہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر قرآن حکیم میں 69 مرتبہ آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو امتیازی شان عطا فرمائی تھی۔ آپؑ کو امام الناس بنایا۔ جیسا کہ سورۃ البقرۃ میں فرمایا گیا: ﴿قَالَ اِنِّىْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا﴾ (آیت:124) پھر آپؑ کو "خلیل اللہ" کی نسبت عطا کی گئی۔ فرمایا: ﴿وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ۝۱۲۵﴾ (النساء)۔ اسی طرح قرآن حکیم میں بار بار ملت ابراہیمی کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ علاوہ ازیں آپؑ کے لیے اسوۂ حسنہ کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے جبکہ یہ اصطلاح قرآن میں صرف نبی آخر الزمانؐ کے لیے آئی ہے۔ آپؐ کے علاوہ یہ اصطلاح کسی نبی اور رسول کے لیے نہیں آئی' سوائے حضرت ابراہیمؑ کے۔ سورۃ الممتحنہ میں فرمایا گیا:

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰۗؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۡ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاۗءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ﴾

"تم لوگوں کے لیے ابراہیمؑ اور اس کے ساتھیوں میں ایک اچھا نمونہ ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے صاف کہہ دیا کہ ہم تم سے اور تمہارے ان معبودوں سے جن کو تم اللہ کو چھوڑ کر پوجتے ہو قطعی بے زار ہیں۔ ہم نے تم سے کفر کیا اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے عداوت ہو گئی اور بیر پڑ گیا جب تک کہ تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ۔"

آج کا روز سعید ہمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عظیم الشان قربانی کی یاد دلاتا ہے۔ آج کے دن ہمیں خصوصی طور پر اُسوۂ ابراہیمی کو اپنانا چاہیے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے کفر و باطل کا انکار کیا' اس سے اعلان براءت کیا۔ راہِ حق میں آنے والی ہر آزمائش و امتحان میں پورے اترے۔ اللہ کی رضا جوئی کی خاطر ہر ہر چیز کی قربانی دی' جس کا بھی تقاضا کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کئی امتحانات سے

گزارا۔ سب سے اوّلین امتحان آپؑ کے شعور کا امتحان تھا۔ انہوں نے جس معاشرے میں آنکھ کھولی اس میں شرک کے گھٹا ٹوپ اندھیرے تھے۔ مظاہر فطرت کی پرستش ہو رہی تھی۔ سورج دیوتا وجود میں آ گیا تھا۔ ستاروں کی پوجا کی جا رہی تھی۔ بدترین قسم کی بت پرستی ہو رہی تھی۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام مظاہر فطرت کے مشاہدہ کے بعد توحید تک پہنچے اور انہوں نے برملا کہا کہ چاند‘ سورج اور ستاروں میں سے کوئی بھی میرا ربّ نہیں ہے‘ میرا رب تو صرف اللہ تعالیٰ ہے:

﴿اِنِّیۡ وَجَّہۡتُ وَجۡہِیَ لِلَّذِیۡ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ حَنِیۡفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ ﴿۷۹﴾﴾

’’میں نے سب سے یکسو ہو کر اپنے تئیں اسی ذات کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔‘‘

ہر سال عیدالاضحیٰ آتی ہے اور ہمیں یہ موقع فراہم کرتی ہے کہ ہم ایک تو سنت ابراہیمی کے مطابق قربانی دیں‘ دوسرے ہمارے سامنے آپؑ کا وہ پورا اُسوۂ حسنہ آ جائے جو کفر و شرک اور طاغوت سے اعلانِ براءت کے ضمن میں قرآن میں آتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جان کی پروا کیے بغیر جس طور سے حق پر ثابت قدمی دکھائی اور اس ضمن میں آپؑ کے قوم کے ساتھ جو مکالمے ہوئے اس کا پورا نقشہ سورۃ الصافات اور سورۃ الانبیاء میں کھینچا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم جب کسی طور پر بھی آپؑ کو دعوتِ توحید سے باز نہ رکھ سکی تو بالآخر انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ اُن کو آگ میں جھونک دیا جائے۔ نمرود نے آگ کا بہت بڑا الاؤ بھڑکایا اور اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پھینک دیا گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کے لیے آگ کو ٹھنڈی اور سلامتی والا بنا دیا۔ آگ کو حکم ہوا: ﴿یٰنَارُ کُوۡنِیۡ بَرۡدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤی اِبۡرٰہِیۡمَ ﴿۶۹﴾﴾ (الانبیاء) ’’اے آگ سرد ہو جا اور ابراہیم پر (موجب) سلامتی (بن جا)‘‘۔ آگ کی صفت جلانا ہے‘ اور اس میں یہ صفت اللہ نے ڈالی ہے۔ لیکن اس موقع پر اللہ نے آگ سے یہ صفت لے لی۔ چنانچہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے گل و گلزار بن گئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو والدین کی محبت کے امتحان سے بھی گزارا گیا۔ اللہ نے آپؑ کو جو سعادت مندی عطا کی تھی‘ اس کا لازمی نتیجہ والدین سے محبت تھا۔ آپؑ کو اپنے والدین سے شدید محبت تھی‘ لیکن آپؑ کی دعوتِ توحید کے نتیجہ میں آپؑ کے والد نے‘ جو بت پرست تھے‘ آپؑ کو یہ دھمکی بھی دے دی کہ ﴿لَئِنۡ لَّمۡ تَنۡتَہِ لَاَرۡجُمَنَّکَ وَاہۡجُرۡنِیۡ مَلِیًّا ﴿۴۶﴾﴾ (مریم) ’’اگر تو باز نہ آئے گا تو میں تجھے سنگسار کر دوں گا۔ اور تو ہمیشہ کے لیے مجھ سے دور ہو جا‘‘۔ باپ کی محبت پاؤں کی بیڑی بن سکتی تھی‘ مگر چشم فلک نے یہ دیکھا کہ آپؑ اس محبت کے باوجود توحید کا بیان و اعلان فرماتے رہے اور اس میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ اسی طرح آپؑ کو وطن کی محبت کے امتحان سے بھی گزارا گیا۔ آپؑ نے رضائے الٰہی کے لیے یہ کہتے ہوئے وطن چھوڑ دیا کہ ﴿اِنِّیۡ مُہَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیۡ سَیَہۡدِیۡنِ﴾ مگر دعوت حق سے ایک قدم بھی پیچھے ہٹنا گوارا نہ کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا سب سے بڑا امتحان آپؑ کے جگر گوشے حضرت اسماعیل کی قربانی کی صورت میں لیا گیا۔ آپؑ کو 87 برس کی عمر میں بیٹا عطا کیا گیا‘ مگر جب بیٹا بڑا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ بیٹے کو ذبح کر دو۔ یہ بہت بڑا امتحان تھا۔ مگر آپؑ اس سخت امتحان میں بھی سرخرو ہوئے اور اللہ کے حکم سے بیٹے کے گلے پر چھری چلانے لگے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آئی کہ ﴿یٰۤاِبۡرٰہِیۡمُ قَدۡ صَدَّقۡتَ الرُّءۡیَا﴾ ’’اے ابراہیم تو نے (اپنا) خواب سچ کر دکھایا۔‘‘

بہرکیف حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام امتحانات اور آزمائشوں میں کامیاب ہوئے۔ انہوں نے حق کے راستے میں کسی بھی چیز کو آڑے نہ آنے دیا۔ لہٰذا اُسوۂ ابراہیمی میں جہاں ایثار ہے‘ قربانی ہے‘ تحمل ہے‘ وہیں یہ بات بھی ہے کہ جہاں اللہ کا حکم آ جائے‘ دین کا تقاضا سامنے آ جائے‘ اس کے مقابلے میں زمانے کے طور طریقوں اور برادری کی رسومات کو دیوار پر دے مارا جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے جب بھی دوراہا آیا کہ ایک طرف اللہ کا حکم تھا اور دوسری طرف زمانے کے رواجات و خرافات اور نفس کی خواہشات تو آپؑ نے اللہ کے حکم کو ترجیح دی اور دنیا کے رسم و رواج اور معاشرے کی ریت کی یکسر پروا نہیں کی۔ آج ہمارا المیہ یہ ہے کہ اُسوۂ ابراہیمی کی حقیقی روح ہم میں موجود نہیں ہے۔ قربانی کے حوالے سے بالکل واضح الفاظ میں فرما

پریس ریلیز (2 نومبر 2012ء) **ایوب بیگ مرزا**

توہین رسالت کی وجہ سے امریکہ پر اللہ کا عذاب نازل ہوا ہے

امریکہ نہتے افغان طالبان کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست اور طوفان باد و باراں سے عبرت پکڑے‘ اللہ رب العزت سے جنگ کو ختم کرے

توہین رسالت کی وجہ سے امریکہ پر اللہ کا عذاب نازل ہوا ہے۔ یہ بات ترجمان تنظیم اسلامی مرزا ایوب بیگ نے ایک بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ جب امریکہ توہین رسالت کا مرتکب ہوا تو مسلمان حکمرانوں کی بے حسی اور مسلمان عوام کی بے بسی دیدنی تھی۔ مسلمان حکمرانوں میں اتنی جرأت بھی نہ تھی کہ وہ امریکہ کے خلاف مذمت کا ایک لفظ بھی ادا کرتے۔ عام مسلمانوں نے اگرچہ جلسے جلوسوں اور مظاہروں سے اپنے جذبات کا اظہار کیا لیکن اپنا قبلہ پھر بھی درست نہ کیا۔ وہ اپنے طرز عمل اور طرزِ زندگی میں کوئی تبدیلی نہ لائے۔ امریکہ ان بے روح مظاہروں سے رتی بھر متاثر نہ ہوا اور اپنے متکبرانہ رویے اور رعونت پر مُصر رہا۔ مرزا ایوب بیگ نے اس بات پر زور دیتے ہوئے کہا کہ عالم اسلام اگرچہ بے حمیت ہو گیا ہے لیکن خالق کائنات اپنے محبوب اپنے رسولؐ اور اپنے کامل بندے کی توہین کیوں اور کیسے برداشت کرتا لہٰذا کائنات کی سپریم پاور نے امریکہ پر پانی اور ہوا کا ایسا زوردار حملہ کیا کہ ظاہری اور دنیوی سپر پاور حواس باختہ ہو گئی۔ تمام نظام درہم برہم ہو گیا اور حتمی دعوے سیلاب بُرد ہو گئے۔ انہوں نے زور دے کر یہ بات کہی کہ مسلمان حقیقی مسلمان بنیں تاکہ اللہ تعالیٰ یہ قوت خود انہیں عطا فرما دے کہ توہین رسالت کرنے والا فرد ہو یا ریاست اسے منہ توڑ جواب دیں۔ انہوں نے امریکہ سے کہا کہ وہ نہتے افغان طالبان کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست اور طوفان باد و باراں سے عبرت پکڑے۔ اور اللہ رب العزت سے جنگ کو ختم کرے وگرنہ وہ نیست و نابود ہو جائے گا۔ یہی تاریخ کا فیصلہ ہے اور یہی وقت کا فیصلہ ہے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت‘ تنظیم اسلامی پاکستان)

دیا گیا کہ ﴿لَنْ یَّنَالَ اللّٰہَ لُحُوْمُھَا وَلَا دِمَآءُ ھَا وَلٰکِنْ یَّـنَالُہُ التَّقْوٰی مِنْکُمْ﴾ (الحج:۳۷) ’’اللہ تک نہ ان کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون بلکہ اس تک تمہاری پرہیزگاری پہنچتی ہے‘‘۔ مگر ہمارے اندر خلوص و اخلاص اور تقویٰ کی کمی ہے۔ علامہ اقبال نے اپنی رباعیات میں اسی صورت حال کا مرثیہ کہا ہے:

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دل ' وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز و روزہ و قربانی و حج
یہ سب باقی ہیں تو باقی نہیں ہے

ایک دوسری رباعی میں فرماتے ہیں۔

محبت کا جنوں باقی نہیں ہے
مسلمانوں میں خوں باقی نہیں ہے
صفیں کج ' دل پریشاں ' سجدہ بے ذوق
کہ جذب اندروں باقی نہیں ہے

جب ہم قربانی کے جانور کی گردن پر چھری چلائیں اس وقت یہ عزم بھی ہونا چاہیے کہ ہم جس طرح اللہ کی رضا کے لیے اس جانور کو قربانی دے رہے ہیں' اسی طرح اللہ کی خوشنودی کے لیے اپنے نفس کے ناجائز مطالبات اور خاندان اور برادری کی غلط رسومات کی بھی قربانی دیں گے۔ پوری زندگی میں ہمارا مطمحِ نظر اور ہدف رضائے الٰہی ہوگا۔ اللہ کی رضا کے لیے ہم ہر چیز قربان کر دیں گے۔ ہمارے جسم و جان پر اللہ ہی کا حکم نافذ ہوگا۔ ہمارے خاندان برادری اور حیاتِ اجتماعی میں بھی اللہ کے احکام ہی کو ہر رسم و رواج' ہر قانون' ہر ضابطے پر بالادستی حاصل ہوگی۔ قربانی کی سنت ابراہیمی سے ہمارے اندر غلبۂ اسلام کی سچی خواہش اور دلی تمنا پیدا ہونی چاہیے۔ وہ حرارت ایمانی اور جذبات پیدا ہونے چاہئیں جو ہمیں دین اسلام کی سربلندی کے لیے آمادہ و متحرک کر سکیں۔ یہی قربانی کی اصل روح ہے۔ اس روح کو زندہ و بیدار کرنے کی ضرورت ہے۔

عید کے دن ہم جو تکبیریں کہتے ہیں' ان کا تعلق زبان سے ہے۔ یعنی ہم زبان سے اللہ کی بڑائی اور کبریائی کا اعلان کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی عملی زندگی میں اللہ کے حکم اور قانون کو بالادست قانون بنا کر زبانِ حال سے اللہ کی کبریائی کا اعلان کریں۔ افسوس کہ ہم نے اپنے چھ فٹے جسم پر اللہ کا حکم جاری و ساری نہیں کیا۔ ہم نے اپنے گھر' معاشرہ' تجارت و معیشت میں اللہ کو بڑا نہیں سمجھا۔ حالانکہ تکبیر رب کی اتمامی شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر جگہ بڑا مانا جائے۔ عہد نبویؐ میں جب مدینہ کی گلیاں تکبیرات کی صداؤں سے گونجتی تھیں' تب اسلامی انقلاب کے لیے جاں گسل جدوجہد ہو رہی تھی' آج ہم اس فریضہ سے غافل ہیں۔ کاش ہم میں بھی وہ جذبہ بیدار ہو جائے اور ہم فی الواقع انفرادی زندگیوں میں بھی اللہ کو بڑا سمجھیں اور اپنے کاروبار' معاش' معاشرت' معیشت اور سیاست میں بھی اللہ کے حکم اور قانون کو سب سے بالاتر قانون بنا کر اللہ کی بڑائی کا عملاً اعلان کریں۔ یہ تکبیر رب ہے' لیکن آج ہم اس تکبیر کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اقبال فرماتے ہیں۔

یا وسعت افلاک میں تکبیر مسلسل
یا خاک کے آغوش میں تسبیح و مناجات
وہ مذہبِ مردان خود آگاہ وخدا مست
یہ مذہبِ ملاّ و جمادات و نباتات

یاد رکھیے' اللہ تعالیٰ اس وقت تک کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت بدلنے کی کوشش نہ کرے۔ عید کے اس بابرکت موقع پر ہم اپنے آپ کو' اپنے سماج کو اور ملک پر مسلط فرسودہ ظالمانہ استحصالی نظام کو بدلنے کا عہد کریں۔ عید قربان ہمیں یہ پیغام دیتی ہے کہ ہم اپنی انفرادی زندگیوں کا جائزہ لیں اور جہاں جہاں ہمیں کوئی چیز اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کے خلاف نظر آتی ہے' اسے شعوری طور پر کھرچ نکالنے کی سعی کریں اور یوں اللہ کی بڑائی اور کبریائی کو فی الواقع تسلیم کریں۔ اسی طرح اپنی اجتماعی زندگی میں بھی اللہ کے قانون کی بالادستی کے لیے منظم کوشش کریں اور اس راہ میں اپنا تن من دھن قربان کر دیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)!

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

☆☆☆

فطرت کا انتقام

(امریکہ میں آنے والے سینڈی طوفان کے پس منظر میں)

ناصر بشیر

طوفان تند و تیز سراپا سوال ہے
یہ انقلاب کس کے عمل کا مآل ہے
للکارتا ہے کون خدا کے جلال کو؟
خود پر کسے خدا کا بہت احتمال ہے؟
فطرت کو زیر کرنا ہے معراجِ زندگی
راہِ عمل ہے کس کی ' یہ کس خیال ہے؟
انسانیت کا کون ہے دشمن زمین پر؟
کس کے سبب سکون سے جینا محال ہے؟
کس نے لگایا اُمت احمدؐ کے دل پہ زخم
گستاخِ مصطفیٰؐ کے لیے کون ڈھال ہے؟
واللہ! غم زدہ ہوں تباہی کو دیکھ کر
جو آج آپ کا ہے وہ میرا بھی حال ہے
لیکن سبق ملا ہے یہ طوفان سے مجھے
فطرت کے انتقام سے بچنا محال ہے
خالق سے گڑگڑا کے ابھی توبہ کیجیے
خالق کے ہاتھ ہی میں عروج و زوال ہے

حضرت عبداللہ بن اُمّ مکتومؓ

فرقان دانش

حضرت عبداللہ بن امّ مکتوم پیدائشی نابینا تھے۔

ابن ام مکتوم مکہ کے باشندے اور خاندان قریش کے چشم و چراغ تھے۔ وہ امّ المومنین حضرت خدیجہؓ کے ماموں زاد بھائی تھے۔ حضرت عبداللہؓ کے والد کا نام قیس بن زائد اور والدہ کا نام عاتکہ تھا جن کی کنیت امّ مکتومؓ تھی۔ جب اسلام کا سورج طلوع ہوا تو حضرت عبداللہؓ نے اوّلین مرحلے میں اسلام قبول کیا۔ اس دور میں دوسرے مسلمانوں کے ساتھ آپؓ نے بھی قریش کی اذیتوں اور زیادتیوں کو صبر و تحمل سے برداشت کیا۔

ان کے اندر نبی اکرم ﷺ سے ملنے اور قرآن پاک حفظ کرنے کا شوق اس حد تک بڑھا ہوا تھا کہ وہ کوئی موقع ضائع نہ جانے دیتے۔ کبھی کبھی تو وہ اس اشتیاق میں نبی اکرم ﷺ سے دوسروں کے حصے کا وقت بھی لے لیتے تھے۔ ایک بار نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں سرداران قریش بیٹھے تھے۔ آپؐ ان کے ساتھ تنہائی میں گفتگو کر کے ان کے سامنے دعوت اسلام پیش کر رہے تھے۔ ان سرداروں میں عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، عمرو بن ہشام (ابوجہل)، امیہ بن خلف اور ولید بن مغیرہ شامل تھے۔ آپؐ کی دلی خواہش تھی کہ یہ لوگ اسلام میں داخل ہو جائیں۔ اسی اثناء میں حضرت عبد اللہ بن ام مکتومؓ آپؐ سے ملنے کے لیے اس جگہ تشریف لے آئے اور یہ کہتے ہوئے اندر داخل ہوئے۔

''یارسول اللہ ﷺ! مجھے اس میں سے کچھ اور سکھایئے جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر نازل فرمایا ہے۔''

آپ نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ دی بلکہ آپ نے ناگواری ظاہر فرمائی اور آپ بدستور ان قریشیوں کی طرف متوجہ رہے، اس امید پر کہ یہ لوگ اسلام قبول کر لیں تو دین کی تقویت کا باعث بنیں گے۔ جب نبی اکرم ﷺ اس گفتگو سے فارغ ہوئے تو آپ پر سورۂ عبس کی ابتدائی سولہ آیات نازل ہوئیں جن کا ترجمہ یہ ہے: ''ترش رُو ہوئے اور بے رُخی برتی اس بات پر کہ وہ اندھا اُس (آپ) کے پاس آ گیا۔ کیا خبر وہ سُدھر جائے اور نصیحت پر دھیان دے اور نصیحت کرنا اس کے لیے نافع ہو؟ لیکن جو شخص بے پروائی برتتا ہے آپؐ اس کی طرف توجہ کرتے ہو۔ حالانکہ اگر وہ نہ سدھرے تو آپ پر اس کی کیا ذمہ داری ہے؟ اور جو خود آپ کے پاس دوڑا آتا ہے اور ڈر رہا ہوتا ہے، اس سے آپ بے رخی برتتے ہو۔ ہرگز نہیں یہ تو ایک نصیحت ہے جس کا جی چاہے اسے قبول کرے۔ یہ ایسے صحیفوں میں درج ہے جو مکرم ہیں، بلند مرتبہ ہیں، پاکیزہ ہیں، معزز اور نیک کاتبوں کے ہاتھوں میں رہتے ہیں۔''

ان آیات کے نزول کے بعد نبی اکرم ﷺ ابن ام مکتومؓ کا بہت خیال رکھتے تھے۔ وہ جب بھی آپ ﷺ کی مجلس میں آتے تو آپ انہیں اپنے قریب بٹھاتے۔ ان کی خیریت دریافت فرماتے اور ان کی ضروریات پوری کرتے رہتے۔ جب رسول اکرم ﷺ نے قریش کے مظالم سے بچنے کے لیے اللہ کے حکم سے مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کی اجازت دی تو حضرت عبداللہ بن مکتومؓ فوراً مدینہ تشریف لے گئے اور حضرت مصعب بن عمیرؓ کے ساتھ مل کر لوگوں سے ملاقات کرتے، انہیں قرآن پڑھانے اور دین کی دعوت دینے کا سلسلہ شروع فرما دیا۔ جب نبی کریم ﷺ خود مدینہ تشریف لے آئے تو آپ نے حضرت بلال حبشیؓ کے ساتھ عبداللہ بن ام مکتومؓ کو مسجد نبوی کا مؤذن مقرر فرمایا۔ عام طور پر حضرت بلالؓ اذان دیتے اور حضرت ابن ام مکتومؓ نماز کے لئے اقامت کہتے۔ کبھی حضرت ابن ام مکتومؓ اذان دیتے اور اقامت کہنے کی ذمہ داری حضرت بلالؓ ادا کرتے۔ رمضان المبارک میں تو یہ بھی ہوتا کہ دونوں میں سے ایک کی اذان پر مسلمان سحری کا اختتام کرتے اور مغرب میں دوسرے صحابیؓ کی اذان پر افطار کرتے۔ اکثر حضرت بلالؓ رات کے پچھلے پہر اذان دے کر لوگوں کو تہجد کے لئے بیدار کرتے اور حضرت ابن اُمّ مکتومؓ طلوع صبح صادق کے ساتھ فجر کی اذان دیتے۔ نبی اکرم ﷺ نے مدینہ میں اپنی عدم موجودگی کے مواقع پر دسیوں بار ابن ام مکتومؓ کو اپنا نائب مقرر کیا۔ فتح مکہ کے موقع پر بھی آپؐ کو مدینہ میں اپنے نائب کے طور پر چھوڑا تھا۔

غزوۂ بدر کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کی تعریف میں اور گھر بیٹھ رہنے والوں پر ناگواری ظاہر کرتے قرآن کریم کی چند آیات نازل فرمائیں۔ حضرت ابن ام مکتومؓ کو بہت افسوس ہوا کہ وہ اپنی معذوری کے باعث اس غزوہ میں شرکت نہ کر سکے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: ''اے اللہ کے رسولؐ اگر میرے پاس استطاعت ہوتی تو میں جہاد میں ضرور شریک ہوتا۔'' پھر انہوں نے اللہ سے دُعا کی کہ وہ ان کے اور ان جیسے دوسرے معذوروں کے بارے میں احکامات عطا فرمائیں۔ اس کے بعد وہ اکثر یہ الفاظ دہراتے:

﴿اَللّٰھُمَّ اَنْزِلْ عُذْرِیْ﴾

''اے اللہ میری معذوری کے حوالے سے حکم نازل فرما۔''

اللہ رب العزت نے جلد ہی ان کی دُعا کو شرف قبولیت عطا فرمایا اور آیات نازل فرمائیں جس کی تفصیل کاتب وحی حضرت زید بن ثابتؓ نے یوں بیان فرمائی کہ ایک روز نبی کریم ﷺ پر وحی کے نزول کی کیفیت طاری ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ زید لکھو اور میں نے لکھا:

﴿لَا یَسْتَوِی الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِ وَالْمُجٰہِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِہِمْ وَاَنْفُسِہِمْ﴾

''مسلمانوں میں سے وہ لوگ جو گھر بیٹھے رہتے ہیں کسی معذوری کے بغیر اور جو اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کرتے ہیں، دونوں کی حیثیت یکساں نہیں ہے۔''

اس طرح وہ استثناء نازل ہوا جس کی تمنا حضرت ابن ام مکتومؓ نے کی تھی۔ تاہم اس اجازت

کے باوجود حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ معذوروں کے ساتھ گھر بیٹھنے پر رضا مند نہ ہوئے۔ انہوں نے جہاد میں شریک ہونے کا ارادہ کرلیا اور آئندہ ہر معرکہ میں شریک ہونے کے لئے اپنی ذمہ داری کا بھی تعین کر لیا۔ انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ "مجھے دو صفوں کے درمیان کھڑا کر کے عَلم میرے ہاتھ میں دے دو۔ میں اسے بلند رکھوں گا اور اس کی حفاظت بھی کروں گا۔" چنانچہ ایسا ہی کیا جاتا رہا۔

14 ہجری میں ایرانیوں کے ساتھ فیصلہ کن معرکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پیش آیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت مسلمانوں کا لشکر روانہ کیا۔ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے ذمہ یہی ڈیوٹی لگی۔ قادسیہ کے میدان میں جب جنگ کا دن آیا تو ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ زرہ پہن کر عَلم سنبھالے کھڑے ہو گئے۔ سخت خونریز معرکہ آرائی ہوئی۔ تین دن مسلسل لڑائی کے بعد مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ ہزاروں مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا۔ شہیدوں میں حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اس حال میں پڑے ہوئے پائے گئے کہ اپنے خون میں لت پت، عَلم اسلام کو اپنے کندھوں سے چمٹائے ہوئے تھے۔

❁❁❁

معمارِ پاکستان نے کہا

اسلامی حکومت قرآن کے اصول واحکام کی حکومت ہے!

اسلامی حکومت کے تصور کا یہ امتیاز پیش نظر رہنا چاہیے کہ اس میں اطاعت اور وفا کیشی کا مرجع خدا کی ذات ہے جس کی تعمیل کا عملی ذریعہ قرآن مجید کے احکام اور اصول ہیں۔ اسلام میں اصلاً نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ پارلیمنٹ کی نہ کسی شخص کی اور نہ ادارے کی۔ قرآن مجید کے احکام ہی سیاست ومعاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کی حدود متعین کر سکتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اسلامی حکومت قرآن کے اصول واحکام کی حکومت ہے۔

(کراچی 1948ء)

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً﴾

تنظیم اسلامی

کا سالانہ

کُل پاکستان اجتماع

2، 3، 4 دسمبر 2012ء

(بروز اتوار، پیر، منگل)

بمقام مرکزی اجتماع گاہ، بہاولپور

منعقد ہو رہا ہے (ان شاء اللہ العزیز)

خالصتاً اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا ومحبت کو
اپنے حق میں واجب کرنے، نظم کو مستحکم اور امیر تنظیم کی تقویت کے لئے
تمام رفقاء کو شرکت کی بھرپور دعوت ہے

تفصیلات کے لئے اپنے مقامی نظم سے رجوع کیجئے!

المعلن: ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی

فون 36366638-36316638-36293939(042)

دعوت رجوع الی القرآن کی اساسی دستاویز
ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی مقبولِ عام تالیف

مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق

اشاعت خاص: 45 روپے   اشاعت عام: 25 روپے

اسلام کا فلسفۂ قربانی

خلافت فورم میں فکر انگیز مذاکرہ

شرکاء: اعجاز لطیف، مرزا ایوب بیگ

میزبان: وسیم احمد

سوال: صحابہ کرامؓ نے نبی اکرم ﷺ سے سوال کیا اے اللہ کے رسول ﷺ قربانیوں کی حقیقت کیا ہے تو نبی اکرم ﷺ نے صحابہؓ کو انتہائی خوبصورت اور جامع جواب عنایت فرمایا۔ یہ بتائیں کہ نبی اکرم ﷺ نے صحابہؓ کو کیا جواب دیا؟

ایوب بیگ مرزا: صحابہ کرامؓ کے اس سوال کے جواب میں نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''یہ تمہارے باپ ابراہیمؑ کی سنت ہے''۔ یہاں میں یہ وضاحت بھی کرتا چلوں کہ کبھی ایسا نہ تھا کہ صحابہ کرامؓ پہلے نبی کریم ﷺ سے کسی حکم کی حکمت دریافت کرتے اور پھر اس پر عمل کرتے بلکہ آپؐ کے حکم پر عمل درآمد فوراً ہو جاتا تھا۔ اس بات کی گواہی خود کفار بھی دیا کرتے تھے کہ اطاعت کے معاملے میں جیسے صحابہ کرامؓ پیش پیش رہتے تھے اس کی مثال نہیں دی جاسکتی۔ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ نہ تو آپؐ سے پہلے کسی شخص کی ایسی اطاعت ہوتی تھی اور نہ آپؐ کے بعد ہی کسی کی اس درجہ اطاعت کبھی ہوسکتی ہے۔ صحابہ کرامؓ کا سوال پوچھنا صرف دل کی تسلی کے لیے تھا اور اس سے مقصود اس عظیم عمل کی حکمت کو جاننا تھا۔ انبیاء علیہم السلام نے بھی اللہ سے کئی معاملات پر سوالات کیے جن کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔ مثال کے طور پر ایک موقع پر حضرت عزیر علیہ السلام جب ایک ایسی بستی کے قریب سے گزرے جو مکمل تباہ و برباد ہو چکی تھی تو آپؑ نے سوال کیا کہ اے اللہ پاک تو انہیں دوبارہ کیسے زندہ کرے گا تو اللہ نے انہیں سو سال تک کے لیے لمبی نیند سلا دیا۔ اس طرح انہیں خود اپنے سوال کا جواب مل گیا۔ انبیاء علیہم السلام اور صحابہ کرامؓ کا یہ پختہ ایمان ہوتا ہے کہ جو حکم ملا وہ بالکل درست ہے۔ صرف اپنے اطمینان قلب کے لیے وہ سوال کیا کرتے ہیں۔ یہ عقلی اور فطری بات ہے۔ اس لیے کہ جب ایک بات مشاہدے میں آ جاتی ہے تو عقیدہ اور راسخ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس استفسار پر کہ اے اللہ! تو لوگوں کو کیسے زندہ اُٹھائے گا' حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ پاک کے حکم سے چار پرندوں کے ٹکڑے مختلف جگہوں پر رکھ دیے اور انھیں اللہ کا نام لے کر اپنی جانب آنے کی آواز دی تو وہ سب دوڑے چلے آئے۔ لہٰذا صحابہؓ کا سوال صرف دل کی تسلی کے لیے تھا۔

سوال: کوئی مسلمان جب قربانی کرے تو اس کے نزدیک محبوب اور مطلوب عمل کیا ہونا چاہیے؟

اعجاز لطیف: سورۃ الملک میں موت وحیات کے فلسفہ کی بابت فرمایا گیا (ترجمہ): ''اللہ تعالیٰ نے موت اور زندگی کو پیدا فرمایا ہے تاکہ وہ تمہیں آزمائے (اور دیکھے) کہ عمل کے اعتبار سے تم میں سے کون اچھا ہے۔'' اس آزمائش وامتحان کے دو حصے ہیں۔ ایک فکر ونظر کا امتحان ہے' یعنی انسان کی سب سے محبوب ترین چیز کون سی ہے۔ قرآن پاک میں آیا ہے کہ تم اپنی محبتوں کے معیار کو تولو۔ ایک پلڑے میں اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی محبت کو رکھو اور دوسرے پلڑے میں تمام دنیوی محبتوں کو رکھو۔ اگر دُنیوی محبتوں کا پلڑا بھاری ہو تو پھر انتظار کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے فاسقوں کو ہدایت ہرگز نہیں دیتا۔ اسی طرح سورۃ البقرہ میں ارشاد پاک ہے کہ حقیقی ایمان والے تو اللہ تعالیٰ کی محبت میں شدید ترین ہیں۔ مؤمنوں کے بارے میں فرمایا گیا کہ راہِ حق میں جان ومال اس لیے کھپا رہے ہیں کہ ان کی قیمت اللہ تعالیٰ نے جنت ٹھہرائی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دنیا کو زینت بخشی ہے۔ یہ اپنے اندر زبردست کشش رکھتی ہے۔ اس سے بھی غرض وغایت انسان کی آزمائش ہے۔ امتحان اس بات کا لیا جارہا ہے کہ جان ومال اس ذات کی خاطر لگائے جارہے ہیں جس نے یہ جان ومال ہمیں عطا کیا ہے یا پھر اس عارضی اور جلد ختم ہوجانے والی دنیا پر صرف ہو رہے ہیں۔ امتحان سے نبی اور رسول بھی گزرے ہیں' بلکہ انہیں سب سے مشکل امتحانات دینے پڑے ہیں۔ گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ قربانی کا مفہوم دو امتحان ہیں: (1) فکری ونظری امتحان اور (2) عملی میدان میں اپنی جان ومال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کا امتحان۔

سوال: حج اور عیدالاضحیٰ کے زیادہ مناسک تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی کے گرد گھومتے ہیں جبکہ ہم نبی آخرالزمان ﷺ کے اُمتی ہیں اور ہم پر شریعت محمدیؐ کی پیروی لازم ہے۔ پھر اس موقع پر ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کی پیروی کیوں کرتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: یہ بڑی سادہ اور سیدھی سی بات ہے کہ ہم حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخرالزمان ﷺ تک تمام انبیاء پر ایمان رکھتے ہیں' لیکن ہم پر شریعت نبی اکرم ﷺ کی فرض ہوئی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ سنت ہمیں نبی اکرم ﷺ نے عطا فرمائی اور نبی اکرم ﷺ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل میں سے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ آپؐ کے جدامجد ہیں۔ اس لحاظ سے یہ سنتِ ابراہیمی آپؐ کی شریعت بن جاتی ہے۔ کیونکہ ہم تک اس عظیم قربانی کا درس آپ ﷺ کے ذریعہ ہی پہنچا ہے۔ لہٰذا یہ شریعت محمدی ﷺ کا ہی حصہ ہے۔

سوال: عیدالاضحیٰ کے موقع پر دُنیا میں ہر سال لاکھوں جانوروں کی قربانی کی جاتی ہے۔ ہزاروں سال سے یہ سلسلہ جاری ہے جو تا قیامت جاری رہے گا۔ یہ بتائیے کہ عید کے موقع پر جانوروں کی قربانی میں کیا حکمت اور فلسفہ کارفرما ہے؟

اعجاز لطیف: قربانی کا لفظ ''قرب'' سے بنا ہے۔ یعنی اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے اُس کی راہ میں کوئی چیز پیش کرنا' کسی چیز کا نذرانہ دینا۔ انسانی تاریخ میں سب سے پہلی قربانی حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں نے پیش کی تھی۔ اس کا باقاعدہ ذکر قرآن پاک کی سورۃ المائدہ میں آیا ہے۔ قرآن پاک میں قربانی کی حکمت اور فلسفہ کا بھی ذکر آیا ہے۔ اس ضمن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تذکرہ بڑی تفصیل سے آیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کئی امتحانات سے گزارا گیا۔ ان میں سے سب سے پہلا امتحان ان کے فکر ونظر کا لیا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے گمراہی کے اندھیروں میں آنکھ کھولی تھی۔ اس وقت کے لوگ سورج' چاند ستاروں کو پوجتے تھے۔ دوسری طرف سیاسی حوالے سے نمرود کی آقائی کی صورت میں بھی شرک موجود تھا۔ لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی فطرت اور عقل سلیم کی راہنمائی میں اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کی اور صدائے توحید بلند کی۔ ایک دفعہ یوں ہوا کہ لوگ ایک میلے میں چلے گئے اور آپؑ پیچھے رہ گئے۔ آپؑ نے بت خانے میں جا کر

بڑے بت کے سوا سب بتوں کو مسمار کرنے کے بعد کلہاڑا بڑے بت کے کندھے پر رکھ دیا۔ جب قوم واپس آئی تو چیخ وپکار کرنے لگی کہ ہمارے بتوں کے ساتھ کس نے یہ معاملہ کیا ہے۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ اس بڑے بت کا کام ہوسکتا ہے۔ کیونکہ کلہاڑا تو اس کے پاس ہے۔ جب تمام اہل قوم نے کہا کہ بت تو یہ کام نہیں کرسکتے تو آپؑ نے فرمایا کہ انتہائی افسوس ہے تم کہ تم نے ایسے بتوں کو اپنا خدا بنایا ہوا ہے جو نہ اپنا دفاع کرسکتے ہیں اور نہ کسی کو نفع ونقصان پہنچاسکتے ہیں۔ جبکہ دوسری طرف نمرود کی آقائی کی صورت میں سیاسی سطح پر بھی شرک موجود تھا۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کے سامنے یہ بات پیش کی کہ میرا رب تو وہ ہے جو زندگی وموت پر قادر ہے' اس پر نمرود نے کہا کہ میں بھی زندگی اور موت دے سکتا ہوں۔ اُس نے سزائے موت کے دو قیدی بلوائے۔ ایک کو قتل کردیا اور دوسرے کو زندہ رہنے دیا اور کہا کہ میں نے بھی ایک کو موت اور ایک کو زندگی بخشی ہے۔ اس پر آپؑ نے نمرود سے کہا کہ میرا رب وہ ہے جو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے' اگر تو سچا ہے تو اُسے مغرب سے نکال کر دکھا۔ اس پر نمرود لاجواب ہوگیا۔ اس واقعہ اور نمرود سے مکالمے کے بعد نہ صرف نمرود بلکہ ساری قوم آپؑ کی دشمن ہوگئی اور آپؑ کو منجنیق کے ذریعہ آگ کے الاؤ میں ڈال دیا گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے گل وگلزار بن گی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ثابت کردیا کہ ان کے نزدیک دنیا کے تمام رشتے ناتوں سے بڑھ کر محبوب ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔ آپؑ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُس علاقہ سے ہجرت کی۔ آپؑ نے فرمایا کہ میں اپنے رب کی جانب ہجرت اختیار کررہا ہوں۔ اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ اصل ہجرت اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی ہے جو اُس کے راستہ میں کی جائے۔ آپؑ نے شام اور فلسطین کی جانب ہجرت فرمائی۔ آپ بوڑھے ہوگئے تھے' آپ کی کوئی اولاد نہ تھی۔ چنانچہ اللہ کے حضور گڑگڑا کر دُعا کی' اے اللہ مجھے صالحین میں سے اولاد عطا فرما۔ اُس دعا کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بشارت دی۔ پھر اللہ تعالیٰ کی جانب سے حکم آیا کہ اپنے بیوی بچے کو کعبہ کے پاس چھوڑ کر توحید کے چراغ جلانے کے لیے ہجرت کرجاؤ۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے بڑی آزمائش تھی۔ چنانچہ آپؑ حکم کی تعمیل میں ہجرت کرگئے۔ پھر قرآن پاک کے مطابق جب وہ بچہ بھاگ دوڑ کے قابل ہوگیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک عجیب وغریب خواب دیکھا کہ وہ اپنے بیٹے کو ذبح کررہے ہیں۔ جس کا ذکر انہوں نے بعد میں حضرت اسماعیلؑ سے بھی کیا اور پوچھا: بیٹے تمہاری کیا رائے ہے۔ اس پر فرمانبردار بیٹے نے باپ سے یہ کہا کہ ابا جان آپ کر جائیے جس بات کا آپؑ کو حکم ہوا ہے۔ آپؑ مجھے ان شاءاللہ صابرین میں سے پائیں گے۔ یہ فراست اللہ تعالیٰ نے اُس عمر میں حضرت اسماعیلؑ کو عطا فرمائی تھی کہ نبی کا خواب درحقیقت اللہ تعالیٰ کا حکم ہوتا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ جب اُن دونوں نے اپنا سر تسلیم خم کردیا (اور اس کے لیے ''اسلما'' کا صیغہ آیا ہے۔ اسی سے معلوم ہوا کہ اسلام اطاعت وفرمانبرداری کا نام ہے) اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو پیشانی کے بل لٹا دیا اور اس کی گردن پر چھری چلانے لگے۔ اس پر اللہ نے پکارا اے ابراہیمؑ تو نے اپنا خواب سچ کر دکھایا ہے۔ اور اللہ نے ایک بڑی قربانی کو اُن کا فدیہ دیا۔ بڑی قربانی سے مراد ایک مینڈھا ہے جو اُس وقت اللہ تعالیٰ کے فرشتے نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے پیش کیا' تاکہ بیٹے کے بدلے اُس کو ذبح کریں۔ اس حوالے سے یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ آج تک قیامت سے قبل جتنے بھی جانور ذبح کیے جائیں گے یہ درحقیقت اسماعیل علیہ السلام کی جان کا فدیہ ہیں۔

سوال: قربانی کرنا کس پر فرض ہے؟ اور قربانی کا جانور کن خصوصیات کا حامل ہونا چاہیے؟

ایوب بیگ مرزا: قربانی ہر اُس شخص پر واجب ہے جو صاحب نصاب ہو۔ صاحب نصاب سے مراد وہ شخص جو زکوۃ ادا کرتا ہو۔ عام طور پر جب کوئی شخص کسی کو تحفہ دینا چاہتا ہے تو اُس کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ وہ خوب سے خوب تر چیز پیش کرے۔ لہٰذا قربانی کا تقاضا بھی یہ ہے کہ جانور بے عیب، صحت مند اور خوبصورت ہو۔ یہ اور بات ہے کہ آج ہمارے ہاں قربانی کے نام پر صرف دکھاوا اور ریاکاری رہ گئی ہے۔ قربانی دکھاوے کے لیے نہ ہو' بلکہ خلوص اور سچی نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینی چاہیے' خواہ تھوڑی رقم کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو۔ اگر کوئی شخص پائی پائی جوڑ کر قربانی کرتا ہے اور سال بھر گوشت خرید کر کھانے کی سکت نہیں رکھتا تو اپنی قربانی کا سارا گوشت خود بھی کھاسکتا ہے۔

سوال: آج کے مہنگائی کے دور میں ایک عام آدمی بکرے کا گوشت نہیں خرید سکتا جبکہ دوسری طرف ایسے صاحب حیثیت لوگ ہیں جو کئی کئی قربانیاں کرتے ہیں۔ آپ کے خیال میں کیا یہ بہتر نہیں کہ ایک ہی قربانی پر اکتفا کیا جائے اور باقی قربانیوں کے پیسے سے غریب لوگوں کی مدد کی جائے۔

اعجاز لطیف: قربانی بہرحال مستحسن عمل ہے' کیونکہ یہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کی لائی ہوئی شریعت کا ایک حصہ ہے۔ اس کے علاوہ بھی لوگوں کی خدمت کرنے کے ذرائع اور مواقع ہیں۔ آپؐ نے انسانیت کی خدمت کا جو طریقہ امت کے لیے چھوڑا ہے وہ یہ بھی ہے کہ جب بھی مال آپؐ کی خدمت میں آیا تو وہ مال ایک رات بھی آپؐ کے پاس نہیں رہا' راہ خدا میں خرچ کردیا۔ اس کے باوجود آپؐ نے اپنی زندگی کے آخری حج میں حضرت علیؓ کو خصوصی طور پر یمن بھیجا اور وہ 100 اونٹ خرید کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جس میں سے 63 اونٹ آپ ﷺ نے خود اپنے دست مبارک سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ذبح کیے۔ اس موقع پر یہ منظر بھی چشم فلک نے دیکھا کہ ایک اونٹ آپؐ کے دست مبارک سے ذبح ہوتا تو دوسرا اونٹ خود اپنی گردن آپ ﷺ کے سامنے ذبح ہونے کے لیے پیش کردیتا تھا۔ یعنی اونٹ بھی آپؐ کے ہاتھوں اپنی قربانی کو سعادت سمجھتے تھے۔ آپ ﷺ سے بڑھ کر ہمارے لیے کوئی مصلح، ہمدرد اور امت کا خیرخواہ کوئی نہیں ہوسکتا' لہٰذا آپ ﷺ کی تعلیمات ہمیں یہی بتاتی ہے کہ ان ایام میں جانور ذبح کرنا ہی سنت ابراہیمی کی پیروی ہے۔ اس میں لگایا ہوا مال ہرگز ضیاع نہیں ہے۔

سوال: حج جمعۃ المبارک کو آجائے تو کہا جاتا ہے کہ یہ حج اکبر ہے۔ حج اکبر اور حج اصغر کی کوئی اصطلاح قرآن و حدیث سے ثابت ہے؟

اعجاز لطیف: عرب میں عمرہ کو حج اصغر کہا جاتا ہے۔ اور حج جو کہ فرض ہے اور سال میں ایک دفعہ 9 ذی الحج کو عرفات میں ادا کیا جاتا ہے' عمرہ کے مقابلے میں حج اکبر کہا جاتا ہے۔ قرآن پاک میں حج اکبر کی اصطلاح سورۂ توبہ میں آئی ہے۔ قرآن پاک میں حج اکبر اس لیے بھی کہا گیا ہے کیونکہ آپؐ نے اس حج سے پہلے صرف عمرہ ادا کیا تھا۔ جہاں تک جمعہ کا تعلق ہے یہ سید الایام ہے اور اس کی اپنی فضیلت ہے' لیکن عرب میں جمعہ کے دن آنے والا حج، حج اکبر نہیں کہلاتا بلکہ عمرہ کے مقابلے میں اس فرض حج کو حج اکبر کہا جاتا ہے۔

سوال: عام طور پر دیکھنے میں یہ آتا ہے کہ ہمارے صدر وزیراعظم، وزراء، مشیر حتیٰ کہ سینئر بیوروکریٹس حکومتی اخراجات پر حج کے لیے چلے جاتے ہیں۔ حکومتی اخراجات

پرحج کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اگرچہ میں اس پوزیشن میں نہیں ہوں کہ یہ وضاحت کرسکوں کہ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے۔لیکن ایک بات واضح ہے کہ حج کی عبادت میں جانی قربانی کے ساتھ ساتھ مالی قربانی بھی دی جاتی ہے۔آج کے دور میں حج انتہائی مشقت والا فریضہ بن چکا ہے۔حج اُس شخص پرفرض ہی نہیں ہے جس کے پاس زادِراہ نہ ہو۔لیکن جس کے پاس زادِراہ بھی ہواوراس کے باوجود وہ حج نہ کرے تواس کاصاف مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے گناہوں میں اضافہ کررہاہے کیونکہ جوشے انسان کومحبوب ہوتی ہے(یعنی مال و جان) اللہ تعالیٰ تووہ اپنے لیے مانگتا ہے' لیکن صورت مسئلہ میں ہمارے ارباب اقتدار اپنے مال کی قربانی کی بجائے حکومتی پیسہ پرحج کررہے ہوتے ہیں' جو اُن کا ذاتی نہیں ہوتا بلکہ عوام کی امانت ہوتا ہے۔لہذا سرکاری بیت المال سے حج کرنا عوام کے مال میں خیانت کرنے کے مترادف ہے۔اور خائن سے متعلق رسول اللہ ﷺ کی حدیث پاک ہے کہ جوامانت میں خیانت کرتا ہے اُس کا کوئی ایمان نہیں ہے۔

سوال: قربانی کی اصل روح کیا ہے؟نیز عیدالاضحیٰ کے روزِ نبی کریم ﷺ کے معمولات کیا ہوتے تھے اور آپؐ عید کا دن کیسے گزارتے تھے یعنی عید کے مسنون اعمال کیا ہیں؟

اعجاز لطیف: قربانی کی اصل روح تقوی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحج میں بیان فرمایا ہے۔اللہ کے پاس نہ تو ہماری قربانیوں کا گوشت پہنچتا ہے اور نہ خون' بلکہ تقویٰ پہنچتا ہے۔تقویٰ کیا ہے؟یعنی اس بات کا احساس کہ اللہ تعالیٰ مجھے دیکھ رہا ہے' میں اس کی نافرمانی نہ کروں۔آپؐ عید قربان کے روز غسل فرماتے اور اچھا لباس زیب تن فرماکر نمازِ عید ادا کرتے تھے۔آپؐ نماز سے قبل کچھ بھی تناول نہیں فرماتے تھے بلکہ نماز عید کی ادائیگی کے بعد قربانی کے گوشت سے تناول فرماتے تھے۔

سوال: قربانی کرنے والے مسلمان پرکیا یومِ عرفہ کوروزہ رکھنا فرض ہے؟

جواب: ان ایام میں روزے فرض نہیں ہیں لیکن ذوالحج کے 9 دنوں میں روزے کی بہت اہمیت بیان ہوئی ہے۔9 ذوالحج کے روزے کے بارے میں نبی پاک ﷺ کا ارشادِ پاک ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے اُمید کرتا ہوں کہ ایک سال جوگزر چکا اور ایک سال جو آنے والا ہے 9 ذی الحج کا روزہ اُن دونوں سالوں کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔پس اِس دن کے روزے کی بے حد اہمیت ہے۔البتہ قربانی کرنے والے یا قربانی نہ کرنے والے کسی کے لیے بھی عید کے روز روزہ رکھنا درست نہیں ہے۔

سوال: تمام الہامی مذاہب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قدرومنزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔عیدالاضحیٰ کا تہوار ایک طرح سے آپؑ کی یاد میں منایا جاتا ہے۔کیا وجہ ہے کہ ہمارا میڈیا خاص طور پر الیکٹرانک میڈیا اتنے بڑے Event پراس دن کی اہمیت اورفضیلت بیان کرنے کی بجائے ہر نیوز بلیٹن میں بکروں اور بچھڑوں کی جسمانی ساخت پررپورٹیں نشر کررہا ہے۔ایسا کیوں ہے؟

ایوب بیگ مرزا: آپ کی اس بات کا جواب علامہ اقبال کے اس شعر میں ہے ۔

رہ گئی رسم اذاں روحِ بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی

اصل میں ہمارے میڈیا کے یہ لوگ خودبھی آخرت کو بھول چکے ہیں اور اپنے دیکھنے والوں کوبھی آخرت سے غافل اور برگشتہ کررہے ہیں۔اللہ کا دین کیا ہے؟ایک انسان کے لیے اس دنیا اور آخرت میں کیا بھلائی ہے؟ اور اللہ تعالیٰ لوگوں سے کیا چاہتا ہے؟ میڈیا کواس سے کوئی سروکار نہیں ۔عید قربان کے اس عظیم موقع پربھی میڈیا میں ملالہ کا کیس چھایا ہوا ہے۔اسی طرح کسی انڈین فلم ڈائریکٹر کے مرنے پررونا دھونا مچا ہوا ہے۔جانوروں کو میڈیا پر دکھانے کی بجائے لوگوں کومیڈیا پر یہ بتانا چاہیے تھا کہ قربانی کا فلسفہ کیا ہے؟زندگی گزارنے کا طریقہ کیا ہے؟ مگر افسوس کہ اس طرح کی کوئی بات اس اہم موقع پر میڈیا عوام کونہیں بتا رہا ہے۔سب سے بڑھ کرآج اولاد کو یہ بتانے والی بات ہے کہ وقت کے نبی کو جب اُن کا باپ اپنے گھر سے نکالتا ہے تواس وقت بھی وہ اپنے باپ سے نہایت محبت سے پیش آتے ہیں۔اُس وقت بھی حضرت ابراہیمؑ اپنے باپ کی ذرا بھی بے ادبی نہیں کرتے ہیں۔ ہمارا میڈیا تو ایک شوبز اور فلمی دنیا بن کررہ گیا ہے۔یا پھراس پر یو ایس ایڈ کے اشتہارات چلائے جارہے ہیں اوراس کے عوض امریکی مفادات کا تحفظ ہورہا ہے ۔ اگر آج ہمارے ملک پر بھارت، امریکہ اور اسرائیل نظر بد رکھتے ہیں تو قربانی کا تقاضا تو یہ ہے کہ اپنے دنیاوی مفادات کو بالائے طاق رکھ کرہم صرف اورصرف اسلام اوراسلام کے نام پر بننے والے ملک کے ساتھ مخلص ہوجائیں۔اسی طرح ڈرون حملوں میں سینکڑوں ملالائیں شہید ہوگئی ہیں لیکن ہمارا میڈیا تو بس اُسی ملالہ کوکوریج دے رہا ہے جس کا امریکہ سے کوئی نہ کوئی ''رشتہ'' ضرور ہے۔ہمارے میڈیا کا یہ طریقہ واردات بن گیا ہے کہ لوگوں کے ذہنوں کومسئلوں میں اُلجھا دیا جاتا ہے۔میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت دے اور ہمارے میڈیا اورعوام کوبھی ہدایت سے سرفراز فرمائے۔(آمین!)

(مرتب: وسیم احمد، محمد بدرالرحمٰن)

سانحۂ کربلا
قیمت 35 روپے
حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی عزیمت وعظمت
کے بیان پر جامع تالیف
بانیٔ تنظیم اسلامی
ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ
جامع اور مختصر مگر عام فہم اور محققانہ تاریخی تالیف کا مطالعہ کیجئے
مکتبہ خدام القرآن لاہور
36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون: 3-35869501 e-mail:maktaba@tanzeem.org

سب مایا ہے!

مریم خان

''کج دکھاں نے مارچھڈیا تے کج پکھاں نے...''

(کچھ دکھوں نے ماردیا اور کچھ بھوک نے)

اس بزرگ خاتون کی بات میں درد زیادہ تھا اور لفظ کم، محرومی کسی بھی چیز کی ہو'درد' بن جایا کرتی ہے!

ان آنکھوں کی ویرانی دل کو صحرا کرگئی ہے......

اہل زیست!

موت سے پہلے موت کو محسوس کرنا موت سے بڑھ کر اذیت ناک ہے!!!

بیزاری...... بے چینی...... ویرانی

معلوم ہے یہ سب کب گھیراؤ کرتے ہیں؟؟

جب موت کو بھلا کر زندگی کے مزے لوٹتے ہوئے اپنے اطراف سے بے خبر، اپنے فرائض کو فراموش کیے ہم''زندوں'' میں مار دینے والے درد بانٹتے ہیں اور ہمیں خبر تک نہیں ہوتی......!

یاد رکھنا!

زندگی اتفاقات کا نام نہیں بلکہ ہمارے اعمال کا آئینہ ہے۔اس میں جو دیکھنا چاہو ہمیشہ وہ نظر نہیں آتا، یہاں وہ نظر آتا ہے جو ہم دیکھنا نہیں چاہتے

لیکن وہی حقیقت ہوتی ہے!

جو دو، وہی لوٹا دیتی ہے

کبھی آزمائش کی صورت کندن کرتی ہے

کبھی سزا کی صورت راکھ

آزمائش میں لحہ لحہ قربت اور سزا میں صرف نفرت! آزمائش میں رب صبر دیتا ہے اور سزا میں محض کرب!

اس کے قرض بہرطور چکانے ہی پڑتے ہیں

کبھی ہمیں، کبھی ہماری نسلوں کو

چھٹکارا ممکن نہیں!

کبھی دیکھا ہے کسی بچے کو جو اپنے دروازے پر کھڑا ہاتھ میں ٹافیوں کے پیکٹ لیے گلی محلے کے بچوں کو آواز دیتا ہے کہ ان میں وہ ٹافیاں تقسیم کرے، چند منٹوں میں جمگھٹا لگ جاتا ہے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں ٹافی تھماتے ہوئے وہ یہ تمیز نہیں کرپاتا کہ لینے والا کون ہے؟ کیسا ہے؟ بس خالی ہاتھ جھاڑتے اسی بات پر مسرور ہوا جاتا ہے کہ سب بانٹ دیں......!

ہم بھی نادان بچے ہیں!!!

عمر عزیز کے انمول لمحوں کو بتاشوں کی طرح بانٹنے والے۔نجانے کہاں کہاں، معلوم نہیں کس کس طرح...... احساس تک نہیں ہوتا اور وہ وقت آلیتا ہے جب ''موت'' ''زندگی'' کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑی ہوتی ہے۔وہاں بس، پتھر دلوں کو پانی کرتی ہوئی بے بسی ہوتی ہے جو انسان کا ساتھ دیتی ہے۔تب خاک کو قدموں تلے روندنے والے، تہہ خاک بس جانے کے خوف سے پتھرائی آنکھیں لیے کرلاتے بھی رہیں تو زندگی ساتھ نہیں دیا کرتی......!

ہاں! زندگی کو موت کی طرح بتانے والوں سے زندگی موت کے وقت انتقام لیا کرتی ہے

ہماری زندگی، بے حسی سے بے بسی تک کا سفر ہے! 'بے حسی' ہمیں مدہوش کیے رکھتی ہے یہاں تک کہ 'بے بسی' اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے......اور پھر اک لحہ لگتا ہے اور......سب ختم! زندگی کی حرارت سے موت کی خنکی تک، بس اک پل......اور روشنیاں گل ہو جاتی ہیں! آنکھ جھپکنے سے پہلے اور بعد کے منظر میں بس روشنی اور اندھیرے کا فرق ہے۔مہلت عمل تمام ہو جائے تو پھر نہ نوحے کام آتے ہیں نہ فریادیں۔ورنہ اپنے پیاروں کے جانے پر آنسوؤں کے سمندر بہا دیئے جاتے، اسی آس میں کہ یوں وہ لوٹ آئے گا۔

لیکن......

حقیقت ہستی

﴿فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٦١﴾﴾ (النحل)

''پھر جب ان کا وقت آجاتا ہے ایک گھڑی نہ پیچھے رہتے ہیں نہ آگے۔''

زندگی کے سارے لوازمات میں سے موت کو زندگی سے بس زندگی چاہیے ہوتی ہے......اس لیے نہ وہ قد دیکھتی ہے نہ حسن، نہ حسب و نسب دیکھتی ہے نہ مال و جلال، نہ جاہ و حشمت دیکھتی ہے نہ منصب و اقتدار، ورنہ قوم نوحؑ سے قوم موسیٰؑ تک کوئی نہ مرتا......!

زندگی سے موت......؟؟؟ نہیں، سفر زیست اتنا آساں بھی نہیں......

کبھی وقت اس رخ بھی کروٹ لیتا ہے کہ موت سے پہلے موت آجاتی ہے، جب آدمی کچھ کر گزرنے کی شدید خواہش میں کچھ بھی نہ کرپائے ......تب بھی بس بے بسی ہوتی ہے جو ان بے آس لمحوں میں آلپٹتی ہے۔

ارباب اختیار! شاید کہ یہ سطریں تمہاری نظروں سے گزریں......

معلوم ہے، بے بسی کسے کہتے ہیں؟؟؟

جان سے بڑھ کر عزیز کو جان کنی میں دیکھنا

کبھی روٹی کی بھوک میں، کبھی انصاف کی بھوک میں، عدل کے رکھوالوں کو درندوں کی طرح عدل کو نوچتے کھسوٹتے دیکھ کر اس انصاف کی بھوک میں اپنوں کو بلکتے دیکھنا اور کچھ نہ کرپانا۔اپنے جگر کے ٹکڑے کو نگاہوں سے اوجھل ہونے پر لمحوں کو صدیوں کی طرح گزارنا اور کچھ نہ کرپانا...... کسی بہت پیارے کو اپنے ہاتھوں دفن کرنا اور پھر اس کے کبھی نہ پلٹنے پر دل کو ٹوٹتے دیکھنا اور کچھ نہ کرپانا......اپنی ارضِ وطن کو غداروں کے ہاتھوں مکاروں کو بیچتے دیکھنا اور کچھ ...... کچھ بھی نہ کرپانا...... اپنی عصمت کی چادر کو سرعام تار تار ہوتے دیکھنا اور کچھ بھی نہ کرپانا......حق کے متوالوں کو 'کالی کوٹھڑیوں' میں ناکردہ گناہوں کی سزائیں بھگتتے دیکھنا اور کچھ نہ کرپانا...... ''عقیدت'' کے نام پر اپنے محبوب ﷺ کی شان میں گستاخی ہوتے دیکھنا اور کچھ بھی نہ کرپانا......

بہت کچھ کرنے کی خواہش میں کچھ بھی نہ کرپانا

معلوم ہے، ارباب اختیار اسے بے بسی کہتے ہیں

ہاں، اس جسم سے جان کھینچ لینے والی کیفیت کو بے بسی کہتے ہو

تب رب یاد آتا ہے......

ہاں ہم جیسوں کو تب ہی رب یاد آتا ہے۔

ہم......

دل کی زمین کو حرص اور ہوس کے پانی سے یوں سیراب کرتے ہیں کہ وہاں خواہشات خودرو جھاڑیوں کی مانند اگنے لگتی ہیں۔ تب مَن کا مالک اپنے مسکن کو چھوڑ دیتا ہے۔

﴿اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰی سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِهٖ غِشٰوَةً ؕ فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۳﴾﴾ (الجاثیہ)

”پھر کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنا معبود اپنی خواہش کو بنالیا اور اللہ نے اسے علم کے باوجود گمراہ کر دیا اور اس کے کانوں اور اس کے دل پر مہر لگادی اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا۔ پھر اللہ کے بعد اسے کون ہدایت دے؟ تو کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔“

کتنی بڑی بھول میں ہیں نا!

﴿اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا تَمَنّٰی ﴿۲۴﴾﴾ (النجم)

”کیا انسان کے لیے وہ سب ہو سکتا ہے جس کی وہ تمنا کرے؟“

نہیں، بس ایک ذات ہے جس کو اول و آخر اختیار و اقتدار حاصل ہے۔

﴿فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰی ﴿۲۵﴾﴾ (النجم)

”آخرت اور دنیا تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔“

اور ایک شاعر نے کہا تھا ناں

ما کل ما یتمنی المرء یدرکه
تجری الریاح بما لا تشتهی السفن

(ہر وہ چیز جس کی انسان خواہش کرے ضروری نہیں کہ اسے مل جائے۔ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہوائیں کشتیوں کی مخالف سمت چلتی ہیں۔)

دنیا کی زندگی کو سب کچھ مان لینے والے شاید جانتے نہیں کہ اس سے بڑھ کر بے اعتبار چیز اور کوئی نہیں......

دنیا کی زندگی، بے انت خواہشوں، لامتناہی آرزوؤں کا ایک سلسلہ جو آنکھوں پر پردے ڈال دیتا ہے اس پردے کو تانے ہم غفلتوں کے سمندر میں ڈوبنے لگتے ہیں جہاں سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں ہوتی۔

﴿مَنْ كَانَ یُرِیْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِیْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِیْدُ﴾ (بنی اسرائیل:18)

”جو شخص دنیا (کی آسودگی) کا خواہشمند ہو ہم اس کو اس میں جلدی دے دیں گے، جو چاہیں گے جس کے لیے چاہیں گے۔“

اور تب ہم اتنے دلیر ہو جاتے ہیں کہ اللہ کی مخالفت پر اتر آتے ہیں۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب ایک لمحہ دیوار کے طور آ ٹھہرتا ہے۔

﴿بَاطِنُهٗ فِیْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ ﴿۱۳﴾﴾ (سورۃ الحدید)

”اس کی اندرونی جانب، اس میں رحمت ہوگی اور جو اس کی بیرونی جانب ہے، اس کی طرف عذاب ہوگا۔“

اور پھر یوں ہوتا ہے کہ خواہشوں کے چنگل سے جان نہ چھڑوائیں تو اسی دیوار میں چن دیئے جاتے ہیں۔

﴿وَغَرَّتْكُمُ الْاَمَانِیُّ حَتّٰی جَآءَ اَمْرُ اللّٰهِ وَغَرَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ﴿۱۴﴾﴾ (الحدید)

”اور (جھوٹی) آرزوؤں نے تمہیں دھوکا دیا یہاں تک کہ اللہ کا حکم آ گیا اور اس دغاباز (شیطان) نے تمہیں اللہ کے بارے میں دھوکا دیا۔“

کثرت کی ہوس، مزید کی خواہش، انسان کو اپنی ذات کے گنبد میں بند کر لیتی ہے اور پھر وہ اس میں ہی گھومتا رہتا ہے......

تب ہلاکتیں مقدر ہو جاتی ہیں......

ہاں تب ہلاکتیں مقدر ہو جاتی ہیں جب انسان کو اپنے علاوہ کچھ نہیں دکھتا...... جب نفس کی پوجا میں اپنی ہر خواہش کی تکمیل اس کا ایمان بن جاتی ہے۔ وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ کی حقیقت کو فراموش کیے وہ پانی پر محل بناتا رہتا ہے...... دنیا کی فراوانی اسے فرعون بنا دیتی ہے کہ پھر خواہ کوئی بھوک کے لیے مرے یا دکھ کے لیے جئے اس کی فرعونیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔

اور پھر وہ وقت آتا ہے جب اُسے موت آ گھیرتی ہے اس وقت کی پشیمانیاں کام نہیں آتیں تب محض حسرتیں رہ جاتی ہیں۔

﴿آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۹۱﴾﴾ (یونس)

”کیا اب (ایمان لاتا ہے) حالانکہ تو نے پہلے نافرمانی کی اور تو فساد کرنے والوں سے تھا۔“

اس لیے میرے رب کے بندو!

اپنی خواہشات کے رخ کو ابھی سے اللہ کی سمت موڑ دو کہ کامیابی مقدر ہو اور یاد رکھو! جب وہ نہ ہو جو تم چاہتے ہو تو اس کو چاہنے لگ جایا کرو جو ہو رہا ہو...... اور رب کریم تمہارے لیے اعلان کرتا ہے

﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِیْمًا تَذْرُوْهُ الرِّیٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَیْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾﴾ (الکهف)

”اور ان کے لیے دنیا کی زندگی کی مثال بیان کر، (وہ ایسی ہے) جیسے پانی، جسے ہم نے آسمان سے اتارا تو اس کے ساتھ زمین کی نباتات خوب مل جل گئی، پھر وہ چورا بن گئی، جسے ہوائیں اڑائے پھرتی ہیں اور اللہ ہمیشہ سے ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔ مال اور بیٹے دنیا کی زندگی کی زینت ہیں اور باقی رہنے والی نیکیاں تیرے رب کے ہاں ثواب میں بہتر امید کی رو سے زیادہ اچھی ہیں۔“

اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: ”سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ و اللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ...... باقیات صالحات ہیں۔“

محض یہی نہیں بلکہ وہ نیک اعمال بھی جن سے لوگ مدتوں مستفیض ہوتے رہیں (یاد رکھیں! دوسروں کے ساتھ حسن سلوک کر کے درحقیقت آپ اپنا ہی بھلا کرتے ہیں)

یہی چیزیں اس لائق ہیں جن میں انسان کو اپنی کوششیں صرف کرنا چاہئیں اور جن کے حصول کو اپنی خواہش بنانا چاہیے

کبھی اپنی ذات کے عشق اور صرف اپنی ذات کے دکھ سے باہر نکل کے تو دیکھو کہ تمہیں احساس ہو

الا کل شیء ما خلا اللہ الباطل

اے اللہ تیرے اپنے وحدہٗ لاشریک ہونے کی قسم! ہمارے دلوں میں اس کلمے کی حقیقت کو جاگزیں کر دے جو تیرا نبی فرماتا تھا:

اللھم لا عیش الا عیش الآخرۃ......

”اے اللہ نہیں زندگی مگر آخرت کی......“

اور باقی سب مایا ہے......

بلوچستان کا مسئلہ

حذر اے چیرہ دستاں......

محمد سمیع

حال ہی میں بلوچستان نیشنل پارٹی کے سربراہ اختر مینگل نے بلوچستان کے مسئلہ پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا کہ خونی طلاق سے بہتر ہے کہ رضامندی سے علیحدگی اختیار کرلی جائے۔ اُن کی اس بات سے ذہن فوراً سقوطِ ڈھاکہ کی طرف منتقل ہوا۔ ڈھاکہ میں 1906ء میں مسلم لیگ نے جنم لیا، جس نے قائداعظم کی قیادت میں عظیم تحریک برپا کی اور جس کے نتیجے میں مملکت خداداد پاکستان کا معجزانہ قیام عمل میں آیا۔ مشرقی پاکستان اس مملکت کا وہ صوبہ تھا جس کے معروف رہنما مولوی فضل الحق نے 23 مارچ 1940ء کو لاہور کے منٹو پارک میں جواب اقبال پارک کہلاتا ہے، قرارداد لاہور پیش کی جس کو ہندوؤں نے "قرارداد پاکستان" کا نام دیا اور واقعتاً یہ قرارداد قرارداد پاکستان ثابت ہوئی کہ اس کے بعد سات سال کے مختصر عرصے میں پاکستان وجود میں آگیا۔ مشرقی پاکستان کل پاکستان کی آبادی کے 56 فیصد آبادی پر مشتمل تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان کے قیام کے لئے سب سے زیادہ ووٹ اسی خطے سے پڑے اور یہ یقیناً فیصلہ کن ووٹ تھے۔ لیکن پھر کیا ہوا؟ شیر بنگال مولوی فضل الحق نے مسلم لیگ کے خلاف مشرقی پاکستان میں "جگتو فرنٹ" قائم کیا جس نے مسلم لیگ کو شکست دے کر حکومت بنائی جسے ڈسمس کردیا گیا۔ اسی خطے کے رہنما خواجہ ناظم الدین کو گورنر جنرل بنایا گیا اور پھر وزیراعظم اور بعد میں انہیں بھی ڈسمس کردیا گیا۔ اس خطے کے دوسرے رہنما حسین شہید سہروردی کو وزیراعظم بنایا گیا جو بعد میں ایوب خان کے دورِ حکومت میں بیروت کے ایک ہوٹل میں پراسرار طور پر مردہ پائے گئے۔ پھر اس خطے کی اکثریت سے نمٹنے کے لئے کیا کیا حربے استعمال نہ کئے گئے جن میں پیریٹی کا اصول اور پھر ون یونٹ کا قیام تھا۔

حسین شہید سہروردی نے عوامی مسلم لیگ بنا کر اپوزیشن کی بنیاد رکھی تھی۔ یہی جماعت بعد میں عوامی لیگ کہلائی۔ ان کی جانشینی شیخ مجیب الرحمٰن کو حاصل ہوئی جن کی قیادت میں بنگلہ دیش وجود میں آگیا اور کیوں نہ آتا جبکہ 1970ء کے عام انتخابات کے نتیجے میں عوامی لیگ نے پورے ملک میں اکثریت حاصل کی، جسے اس وقت کے آمر آغا یحییٰ خان نے جمہوری اصولوں کی صریح خلاف ورزی کرتے ہوئے، پیپلز پارٹی کے رہنما ذوالفقار علی بھٹو کے گٹھ جوڑ سے نہ صرف اقتدار کی منتقلی نہ ہونے دی بلکہ مشرقی پاکستان میں فوجی آپریشن کا آغاز بھی کردیا جو بالآخر "خونی طلاق" پر منتج ہوا۔ اس خونی طلاق کے نتیجے میں مسلمانوں نے مسلمانوں کے خون سے ہاتھ رنگے۔ اس کا دوش وہاں کے کسی ایک طبقے کو نہیں دیا جاسکتا۔ جو جس علاقے میں حاوی تھا، اس نے اپنے علاقے میں فوجی آپریشن کے دوران میں اس طبقے کا خون کیا جو اس کے مقابلے میں کمزور تھا۔ فوج اور ایسٹ پاکستان آرمڈ فورسز کے ہاتھوں بنگالیوں کا خون بہا تو غیر بنگالیوں کا بالخصوص صوبے کے شمالی حصے میں بنگالیوں اور مکتی باہنی کے ہاتھوں قتل عام ہوا۔ دشمنوں کو یہ کہنے کا موقع ملا کہ جنت میں فرشتے لڑ رہے ہیں۔ آج بھی بنگلہ دیش میں ڈھائی لاکھ سے زیادہ غیر بنگالی محصورین اس خونی طلاق کا نتیجہ بھگت رہے ہیں۔ قوم کے ایک مرد درویش جسے لوگ ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے نام سے جانتے ہیں، یہ تجویز پیش کی تھی کہ مشرقی پاکستان میں ریفرنڈم کروادیا جائے کہ ہمارے بنگالی بھائی پاکستان کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں یا علیحدگی اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ یہ تجویز اس قتل عام کو روکنے کے لئے دی گئی تھی جو بعد میں ہوا۔ طاقت کے استعمال کے عادی مقتدر طبقات نے ان کی اس تجویز کو درخورِ اعتناء نہ سمجھا۔ اگر اس تجویز پر عمل کرلیا جاتا تو اس کے نتیجے میں یا تو مشرقی پاکستان کی علیحدگی عمل میں نہ آتی یا اگر مجبوراً ایسا ہوجاتا تو خونی طلاق کی نوبت تو نہ آتی۔

آج اگر اختر مینگل نے خونی طلاق یا رضامندی کی علیحدگی کی بات کی ہے تو یہ کوئی غیر متوقع بات نہیں۔ مشرقی پاکستان میں تو صرف ایک ہی فوجی آپریشن ہوا تھا، کسی دوسرے آپریشن کی نوبت نہیں آئی تھی اور وہاں وہ کچھ ہوا تھا جو بلوچستان میں غیر بلوچوں کے ساتھ ہورہا ہے۔ یہ سب ہمارے مقتدر طبقات کی غلط پالیسیوں کا نتیجہ ہے۔ بلوچستان کے حوالے سے یہ بات کی جاسکتی ہے کہ یہاں مشرقی پاکستان والی صورتحال نہیں ہے۔ وہاں صرف ایک قوم تھی، یہاں کئی قومیں آباد ہیں اور بلوچوں کی تعداد 25 فیصد سے زیادہ نہیں۔ پھر درمیان میں کوئی دشمن ملک موجود نہیں۔ بلوچستان کی اکثریت علیحدگی نہیں چاہتی، لہٰذا یہاں کسی ریفرینڈم کی ضرورت نہیں البتہ عاقلانہ فیصلوں کی ضرورت ہے، تاکہ نہ خونی طلاق کی نوبت آئے اور نہ رضامندی کی علیحدگی ہی کی۔ اس کے لئے ہمیں غور کرنا پڑے گا کہ 65 سال کے مختصر عرصے میں ہمارے اس صوبے کے احساس محرومی کے شکار عوام کے نمائندے اگر اس قسم کی باتیں کررہے ہیں تو اس کی بنیادی وجہ کیا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو اس کی بنیادی وجہ ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ بلوچستان کے عوام کی مسلسل حق تلفیاں بھی ہورہی ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ وقتی طور پر کچھ ریلیف پیکیج دے کر انہیں راضی کرلیں گے تو یہ ہماری بھول ہے۔ نہ آغاز حقوق بلوچستان اور نہ بے نظیر انکم سپورٹ ہی کا کوئی فائدہ ہوگا۔ انہیں یہ اعتماد دلانا ہوگا کہ انہیں نہ صرف اپنے صوبے بلکہ وفاقی امور میں بھی اپنا کردار ادا کرنے کی اجازت ہوگی، بلکہ ان کے اپنے صوبے کے وسائل پر بھی اولین حق انہیں کا ہوگا۔ یہ تو ہے وقتی علاج تاہم اصل علاج۔ ہمارے تمام مسائل کا یہ ہے کہ ہم یہاں اسلام کے عدل اجتماعی یعنی نظام خلافت کو نافذ کریں کیونکہ یہ دنیا کا واحد نظام ہے جو انسانوں کو عدل کی ضمانت دے سکتا ہے، کیونکہ یہ نظام اس ہستی کا عطا کردہ ہے جو تمام جہانوں کا خالق ہے۔ جو عادل ہی نہیں بلکہ العدل ہے۔ جب تک یہ نہیں ہوتا حق تلفیوں، محرومیوں

اور ظلم اور استحصال کے سلسلے جاری رہیں گے۔

غضب خدا کا، اسلام کے نام پر بننے والی مملکت اپنے قیام کے 65 سال بھی نظام خلافت سے محروم ہے۔ یہ اسی وعدہ خلافی کی سزا ہے جو ہم نے تحریک پاکستان کے دوران اللہ تعالیٰ سے کیا تھا اور قوم اپنی وعدہ خلافی کی سزا بھگتنے پر مجبور ہے۔ ہمارے دشمن ہماری مملکت کو دولخت کرنے میں آج سے 41 سال قبل کامیاب ہوئے لیکن ہم نے ہندوؤں کے ہاتھوں اپنی شکست سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا۔ آج اگر بلوچستان کے کچھ لوگ اپنی احساس محرومی کی بنا پر علیحدگی کی باتیں کرنے لگے ہیں کل کلاں کو خدانخواستہ یہی صورت حال سندھ میں بھی پیدا ہوسکتی ہے اور اس کے بعد صوبہ پختون خواہ کی بھی باری آسکتی ہے۔ آخر درون حملوں کو نہ روکا گیا تو اس کے نتائج آج نہیں تو کل تو برآمد ہوں گے ہی۔ ہمارے دشمن تو یہی چاہتے ہیں کہ وہ اس مملکت کو چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم کر دیں۔ اندرونی طور پر انہوں نے ہمیں بدترین علاقائی، لسانی حتیٰ کہ مذہبی گروہوں میں تقسیم تو کر ہی دیا ہے۔ اس کے نتیجے میں ہم ایک دوسرے کی طاقت کا مزہ تو چکھ ہی رہے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے عذاب کی بدترین شکل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دشمنوں کی سازشوں سے محفوظ فرمائے۔ آمین!

داعی رجوع الی القرآن بانی تنظیم اسلامی

محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

کے شہرۂ آفاق دورۂ ترجمہ قرآن پر مشتمل

بیانُ القرآن

ترجمہ و مختصر تفسیر

حصہ اول سورۃ الفاتحہ و سورۃ البقرۃ مع تعارفِ قرآن
(چھٹا ایڈیشن) صفحات: 360، قیمت 450 روپے

حصہ دوم سورۃ آلِ عمران تا سورۃ المائدہ
(چوتھا ایڈیشن) صفحات 321، قیمت 400 روپے

حصہ سوم سورۃ الانعام تا سورۃ التوبہ
(دوسرا ایڈیشن) صفحات 331، قیمت 400 روپے

حصہ چہارم سورۃ یونس تا سورۃ الکہف
(پہلا ایڈیشن) صفحات 394، قیمت 450 روپے

★ عمدہ طباعت ★ دیدہ زیب ٹائٹل اور مضبوط جلد ★ امپورٹڈ پیپر

ملنے کے پتے

انجمن خدام القرآن خیبر پختونخوا پشاور
A-18 ناصر مینشن، ریلوے روڈ نمبر 2، شعبہ بازار پشاور فون: 2584824,2214495(091)

مکتبہ خدام القرآن لاہور
K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون 3-35869501(042)

فوری ضرورت ہے

پنجاب کے شہر وہاڑی کی ایک مسجد کے لیے ایسے امام کی ضرورت ہے جو ایک سالہ قرآن فہمی کورس کر چکے ہوں، شادی شدہ ہوں۔ معقول تنخواہ اور فیملی کے لیے مناسب رہائش بھی فراہم کی جائے گی۔

برائے رابطہ: (0345-2006992)

جہاد فی سبیل اللہ

اصل حقیقت، اہمیت و لزوم اور مراحل و مدارج

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد حفظہ اللہ کا ایک جامع خطاب

اشاعت خاص: 40 روپے — اشاعت عام: 15 روپے

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

bloody assault on Gul Makai, and in the evening we are sobbing for the martyrdom of Shaheed Khursheed and other Jawans. How long our killing will keep continued at the hands of our own people and at the hands of our arrogant allies? Is there any body in Islamabad or elsewhere to answer this question of the common man from the street what in store there is for us beyond Salala and Malala? How far will we go in the war that has been imposed on us on our own free choice which is making our mothers and sisters weep and mourn the torn out corpses of our martyrs?

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

تنظیم اسلامی جاتلاں حلقہ پوٹھوہار کے زیر اہتمام دعوتی پروگرام

تنظیم اسلامی جاتلاں کے زیر اہتمام 30 ستمبر 2012ء کو جی دارالسلام میں ایک دعوتی پروگرام کا انعقاد کیا گیا۔ یہ پروگرام پونے پانچ بجے تا رات دس بجے کے دوران ہوا۔ پروگرام کا آغاز سابق امیر مقامی تنظیم سید محمد آزاد کے درس قرآن سے ہوا۔ انہوں نے سورۃ یٰسین کے دوسرے رکوع کے حوالے سے گفتگو کی۔ ان کے بعد نقیب اسرہ ناظم حسین نے درس حدیث دیا۔ ''حضور ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیادیں'' کے موضوع پر شبیر حسین نے گفتگو کی۔ شاہد رشید نے توحید و شرک کے حوالے سے مؤثر بیان کیا۔ جناب عبدالرحمان اور بدرالاسلام نے احادیث رسول کا مفہوم بیان کیا۔ اُن کے بعد دعوت دین کے موضوع پر نائب حسین چودھری نے گفتگو کی۔ بعدازاں ''صحابہؓ کی استقامت'' (قاری فریدالدین) ''حق و باطل کی کشمکش'' (امتیاز عزیز) اور ''انفاق فی سبیل اللہ'' (مقامی امیر ظفر اقبال) کے موضوعات بیانات ہوئے۔ اس پروگرام میں 18 رفقاء اور 12 احباب نے شرکت کی۔ ممتاز الحسن نے ناظم طعام کی ذمہ داری ادا کی۔ اللہ تعالیٰ رفقاء واحباب اور منتظمین کو اجر خاص سے نوازے۔ آمین۔ (رپورٹ: غلام سلطان)

امیر حلقہ کا دورہ تونسہ شریف ولیہ

امیر حلقہ جنوبی پنجاب ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی 7 اکتوبر 2012ء کو صبح 5 بجے ملتان سے تونسہ روانہ ہوئے، راقم الحروف بھی اُن کے ہمراہ تھا۔ اڑھائی گھنٹے کے سفر کے بعد ساڑھے سات بجے تونسہ میں نقیب اسرہ رضا محمد گجر کی رہائش گاہ پر پہنچے۔ بھائی رضا گجر ہمارے منتظر تھے۔ کچھ دیر آرام کے بعد ناشتا کیا اور 9 بجے ابو القاسم کامرس کالج روانگی ہوئی، جہاں امیر حلقہ نے ''حبِ رسول اور اس کے تقاضے'' کے موضوع پر خطاب کیا۔ اپنے مفصل خطاب میں انہوں نے اہل کتاب کی عہد نبوی سے مسلمانوں کے خلاف سازشوں اور نبی اکرم ﷺ کی مخالفت اور موجودہ دور میں نبی اکرم ﷺ کی توہین پر مبنی کارٹونوں کی اشاعت اور توہین آمیز ویڈیو کی جسارتوں پر گفتگو کی۔ بعدازاں انہوں نے حب رسول کے تقاضے تفصیل سے بیان کیے۔ ظہر کے کھانا کا اہتمام رفیق تنظیم عبدالکریم کے گھر پر تھا۔ کھانے کے بعد نماز ظہر ادا کی گئی۔ بعدازاں ہم تونسہ سے لیہ روانہ ہوئے۔ 5 بجے مقامی تنظیم لیہ کے امیر چودھری صادق علی کی رہائش گاہ پر پہنچے۔ نماز مغرب کے بعد چودھری صاحب کی رہائش گاہ پر امیر حلقہ کا حب رسول کے موضوع پر مفصل خطاب ہوا۔ رات ساڑھے آٹھ بجے لیہ سے واپسی ہوئی۔ تونسہ کے پروگرام میں تقریباً 13 افراد شریک ہوئے، جبکہ لیہ کے پروگرام میں 170 افراد نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ رفقاء کی محنتوں کو قبول فرمائے۔ (آمین) (مرتب: شوکت حسین انصاری)

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ منفرد اسرہ قلعہ کالروالا (حلقہ گوجرانوالہ) کے ملتزم رفیق نسیم الرحمٰن وفات پا گئے۔
☆ منفرد اسرہ لالہ موسیٰ کے ملتزم رفیق رضوان احمد کے والد وفات پا گئے۔
☆ رفقائے تنظیم سلطان سکندر (مقامی تنظیم میانوالی) اور وقار سعید (مقامی تنظیم سرگودھا) کی خوشدامن صاحبہ انتقال کر گئیں۔
☆ مبتدی رفیق تنظیم اسلامی سٹی حیدرآباد صلاح الدین کی والدہ محترمہ انتقال کر گئیں۔
☆ تنظیم اسلامی وسطی (کراچی شمالی) کے رفیق محمد فرید کی ہمشیرہ رحلت فرما گئیں۔
☆ تنظیم اسلامی سرجانی ٹاؤن کے ناظم مالیات ناصر مدنی کی بیٹی کا انتقال ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

ضرورت رشتہ

☆ بیٹا عمر 22 سال، تعلیم مڈل ذاتی کاروبار تنظیم اسلامی سے منسلک کے لئے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0300-8436284
☆ بیٹی عمر 25 سال، تعلیم ایم بی بی ایس، حجاب کی پابند کے لئے ڈاکٹر لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ رفیق کے تنظیم قابل ترجیح ہیں۔ ذات پات کی قید نہیں
☆ بیٹی عمر 23 سال، تعلیم ایم فل (جاری) صوم وصلوۃ اور حجاب کی پابند کے لئے برسرروزگار، تعلیم یافتہ نوجوان کا رشتہ درکار ہے — بیٹا، عمر 27 برس، ایم بی بی ایس کے لئے موزوں رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0321-4770587
☆ تعلیم یافتہ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 27 سال، تعلیم ایف اے، ایک سالہ قرآن فہمی کورس کے لئے دینی مزاج کے حامل، برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ صرف کراچی کے رہائش پذیر رابطہ کریں۔ برائے رابطہ: 0332-2963130
☆ کراچی میں رہائش پذیر فیملی کو اپنے بیٹے تعلیم بی ایس سی، عمر 26 سال، شعبہ تعلیم سے منسلک کے لئے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ صرف کراچی کے رہائش پذیر رابطہ کریں۔ برائے رابطہ: 0321-2097387
☆ بیٹا، عمر 27 سال ڈاکٹر آف فارمیسی ایم بی اے (جاری) ملٹی نیشنل کمپنی میں ملازم کے لئے پڑھی لکھی صوم وصلوۃ کی پابند لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ: 0322-4955342
☆ 25 سالہ گریجویٹ لڑکی کے لیے دیندار برسرروزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔
برائے رابطہ 03214334802 - 03324920599

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- ازروئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھایئے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز
قرآن اکیڈمی 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 35869501-3
E-mail: distancelearning@tanzeem.org

forward in inviting havoc to the solidarity of the country. All the responsible quarters and even the Interior Minister has time and again admitted that the conspiracy of killing Malala had been hatched across the border and the killers had traveled all along from that area into Swat. The same statement has come from the responsible security high-ups of the KPK as well. Meanwhile, the Puppet ruler of Afghanistan Mr. Karzai has issued a statement asking the political leadership in Pakistan to join hands with him in eradicating the menace. It is a wise joke of Karzai and is just an attempt to add salt to the injury. Karzi's government has given shelter to the people who are making planned attacks on Pakisatan. Of late the occupation forces in Afghanistan have been incriminated to be on the back of these intrusions inside Pakistan territory. Dozens of such attacks have so far been done on our border areas of Chitral, Dir, Bajaur and Mohmand killing hundreds of our civilian and border security personnel. Does it not become the responsibility of the Afghan government and American and NATO forces to see that no infiltration is done into Pakistan from across the border? Are we not directly attacked by our so-called allies? We have not been attacked even once during the whole mishap from the North Waziristan. Why should we be unwise enough to attack our own loyal tribal citizens who have never harmed us and they have proved since the birth of Pakistan to be the unpaid soldiers of the country. There is strange logic offered often by our responsible people. One spokesman of a prominent political party from the KPK, on the night of October 16, while talking to a foreign radio interviewer, claimed that they could not control attacks like the one on the Police post at Matani, Peshawar where 7 people were martyred including SP. Rural Mr. Khurshid Khan, simply because the attackers had come from the unsettled area of Khyber Agency. Strange enough! Is the KPK not a part of Pakistan? Why our governments in the center and the Province do not admit that they have failed in ensuring security to their citizens and the soil. They should acknowledge that they cannot call a spade a spade. Nobody from the ruling class has the courage to say straight that we are burning ourselves in the fire lit by America for her vested interest in the region, to have control over the treasures lying beyond Afghanistan in addition to the containment of Russia and China.

They are killing us with drones and through their secret operatives, because we are being tamed through threats and temptations. You know what one means by temptation! The dollars go to the private kitties through backdoor channels and never trickle down to the benefit of the common citizen. We were made enemies of our own people by our so-called friends and allies. We are between the devil and the deep see. Neither we were able to get the confidence of our ally, nor we could befriend our own people and the country is going towards a dreadful destabilization due to our wrong policies and lack of our confidence and belief in our national honor and integrity. We are at war with our own people to please the alien powers who will never show their sincerity for us since they have now completely grasped the mentality of our ruling elite. Neither Karzai has the courage to say goodbye to America, nor do our rulers have the dare to speak the truth. We need now to finally declare that America is the Super terrorist in this region and it has played havoc to us by creating enemies for us from within ourselves. At the same time direct involvement of the external operatives of the foreign powers cannot be ruled out in the affairs like attack on Malala and other similar assaults. Who is the unidentifiable 'Jin' who, after every dreadful act claims responsibility and is never apprehended in this age of technology? Is he really a Jin? If America, being our ally, can target the so-called "terrorists" in Waziristan through her drones, why should she fail to locate other terrorists they sponsor attacks from across the border on our innocent people. It seems that it is someone imaginary and the announcement made after such incidents are all preplanned and are given under fake names. We are required to revisit our national policy and streamline it in a way it should serve Pakistan rather than American interest. In the morning we are mourning the

Muhammad Faheem

From Salala to Malala and Beyond

We are killed by our allies simply because we have lost more than 40 thousands of our citizens at the altar of friendship with them and sustained losses in billion of dollars in the so-called war of terrorism which was never ours. We started with a wrong policy, continued with the wrong policy and are holding to the wrong policy. We allowed the foreign agents, the secret operatives of CIA supported by the Indian RAW and the Karzai government in Afghanistan. American embassy in Islamabad has been turned into a mini Pentagon. The story of visas issued to the American secret operatives has long been forgotten. We are the nation to forget things very soon. The dictator's policies are being followed with the same servility by the so-called democratic government without any positive change and with no second thought whatsoever. From the tragedy of Salala to the unfortunate accident of Malala we have been facing nothing but blood baths occurring to our citizens and our security forces. There was only one word "sorry" and we forgave the enemy and forgot the sacred blood of our 24 Jawans, Shuhada at that unfortunate spot of Salala. Now we have lost our daughter, the blooming young Malala. Why they dared to kill an innocent girl, should not be a simple and easy question. The wrong policies we adopted at the intrusion of a foreign power into the region are repeated even in the individual cases like the tragic event of Malala. Of course, the young girl had an aspiration for the promotion of education and she continued expressing her sentiments on the unfortunate situation that had developed in Swat which was a prelude to the burning and destruction of educational institutions. The call of the young girl, Malala Yousafzai was nothing but her sincere desire to see that thousands of young girls like her do not go without education. She tried diverting attention of the media and the world forums to the dreadful situation that had developed on the soil of Swat. It is this sincere call that was franchised by different elements including foreign NGOs, the secular people and the Western media, demonizing not the people responsible for the misdeeds, but directly making Islam responsible for the evil. There was obnoxious propaganda both from the foreign and local media, particularly electronic media throwing all filth on Islam and the Islamic culture. The dirty game played by some extremists should not have been identified with Islam, a Deen of knowledge, peace, tolerance, wisdom, accommodation and Divine Guidance. The situation was manipulated both at home and abroad. The foreign elements, the so-called NGOs, the symbol of unbridled liberty, hedonism and nudity had their own stake in the affair and they exploited it to the worst they could. The pro-activeness of Malala was blown out of proportion by the electronic media, the NGOs and even the responsible political segment for their own vested interest. She was given the simulation of a direct confrontational adversary of the extremist groups operating in the area. Different statements issued in reaction to the acts of terrorism were attributed to the young girl making her a target for the forces of extremism. The interviews of the members of her family were given wide publicity and some particular channels of the Western and local media had been showing special interest in diverting the public attention to this particular young girl.

After the fatal assault on the young girl, the forces that be, have been taking full advantage of the situation and are trying to pressurize and force the state of Pakistan to launch operation in the tribal areas of North Waziristan. It is the desire of our covert enemies to slap a final blow on the security of Pakistan since any misadventure in N.Waziristan will be a step